معیتِ الٰہیہ

از افادات:

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال، کراچی

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں جہاں بھی تم ہو''

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تو ساتھ تو صحرا میں گلشن کا مزہ پاؤں

معیّتِ الٰہیہ

(تعلق مع اللہ اور اُس کے برکات)

از افادات

شیخ المشایخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جامع و مرتب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

کتاب کا نام : معیّتِ الٰہیہ
از افادات : شیخ المشایخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
جامع و مرتب : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ اشاعت : ۲۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۹/ ستمبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ
زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051
ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

عنوانات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

مقدّمہ

احقر مرتب کتابِ ہذا عرض کرتا ہے کہ میرے شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۴؍ فروری ۱۹۵۶ء سفر لکھنؤ کے سلسلے میں وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ[۱] کے متعلق ایک خاص الہامی مضمون ارشاد فرمایا تھا۔ احقر کے ساتھ حضرت مخدومی مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت حبیب الحسن خاں شیروانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمراہ سفر تھے۔ احقر نے اس وعظ کو ۲۱ صفحات پر قلم بند کرکے جب حضرت اقدس کو سنایا تو بہت ہی مسرور ہوئے اور اس رسالہ کا نام ''معیّتِ الٰہیہ'' تجویز فرمایا۔ جب ۱۹۶۱ء میں حضرت اقدس پاکستان تشریف لائے تو احقر نے اس مسودّہ کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار اور ان کی تشریحات سے از سر نو ترتیب دیا جو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے فیضانِ صحبت سے ۹۶ صفحات پر مرتب ہوا اور حضرت والا کے حکم سے جب اہلِ علم احباب و اکابر کو سنایا گیا تو یہ بے حد مقبول ہوا اور اس کی طباعتِ اوّل ہوئی، پھر کچھ اور اضافات ہوکر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں طباعتِ ثانیہ ہوئی اور یہ رسالہ پاکستان و ہندوستان کے حلقۂ اہلِ علم سے لے کر حرمین شریفین کے حلقۂ علمیہ تک مقبول ہوا۔ اب یہ رسالہ نایاب تھا۔ حال ہی میں مدینہ منورہ کے ایک عالم شیخ نے اپنے ایک پاکستانی مرید کو اس رسالہ کے مطالعہ کے لیے مشورہ دیا۔ وہ موصوف میرے پاس آئے اور کہا کہ کراچی کے تمام کتب خانوں میں تلاش کیا لیکن یہ رسالہ نہیں ملا۔ اگر آپ کے پاس ہو تو ایک نسخہ عنایت کریں۔ احقر نے عرض کیا ایک نسخہ میرا ذاتی موجود ہے لیکن اس کو میں نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد رات کو حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی

---

[۱] الحدید:۴

طباعت کے لیے دُعا کی توفیق ہوئی اور دوسرے ہی دن غیبی سامان یہ ہوا کہ ہمارے دوست حافظ عبد القدیر صاحب تشریف لائے اور اس کی طباعتِ ثالثہ کے لیے انتظام شروع کردیا۔ جَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خَیْرَ الْجَزَآءِ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کتاب کو مقبول اور زیادہ سے زیادہ امّت مسلمہ کے لیے نافع فرمائیں اور حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور احقر مرتب کے لیے صدقۂ جاریہ فرمائیں، آمین ثم آمین۔

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ

وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

۴۔جی ۱۲/۹ ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸

۱۴ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ

❖❖❖❖

عظمتِ تعلق مع اللہ

دامنِ فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرّۂ دردو غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات
وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض و سما سے کم نہیں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اَلْمَعِیَّةُ الْاِلٰهِیَّةُ

(یعنی خدائی ساتھ)

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معیّتِ الٰہیہ پر آیاتِ الٰہیہ سے استدلال

اِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ[۲]

بیشک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیز گار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

وَقَالَ اللهُ تَعَالٰی: وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ[۳]

وَقَالَ تَعَالٰی: وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[۴]

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو اور تم سچے بندوں کے ساتھ رہو۔ یہ آیتیں مختلف مقامات کی ہیں پہلی اور دوسری آیت میں حق تعالیٰ نے ہم کو اپنی معیّت (یعنی اللہ تعالیٰ کا ہمارے ساتھ ہونا) کی خوش خبری دی ہے اور تیسری آیت میں اس معیّت کے حصول کا طریقہ ارشاد فرمایا ہے۔ فَن تفسیر کا قاعدہ مسلّمہ ہے اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا پس ان مختلف مقامات کی آیتوں کے مجموعے سے ایک علم عظیم نصیب ہوا یعنی طریقۂ حصولِ

۲۔ النحل: ۱۲۸

۳۔ الحدید: ۴

۴۔ التوبۃ: ۱۱۹

معیّتِ الٰہیہ۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اُن کو اپنے بندوں کے ساتھ بڑی رحمت ورأفت کا تعلق ہے اگر محض معیّت کی بشارت دے کر اس کے حصول کا طریقہ نہ ارشاد فرماتے تو کتنے بندگانِ خدا تڑپ تڑپ کر اپنی جانیں دے دیتے۔ مگر اُن کی رحمتِ بے پایاں نے قرآن پاک میں اپنے بندوں کے لیے جو بشارتیں بھی دیں ان کے حصول کا طریقہ بھی ارشاد فرمادیا اور جو احکام بیان فرمائے اُن کی تسہیل کا طریقہ بھی ارشاد فرمادیا۔ وہ ربّ العالمین ہیں۔ اپنے بندوں سے ان کو بڑی رحمت اور محبت کا تعلق ہے۔ خود فرماتے ہیں وَاللّٰہُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ[۵] اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔ پالنے کی محبت ہوتی ہے، پیدا کرنے کی محبت ہوتی ہے۔

اسباب کے پردوں میں مسبب حقیقی کے تصرفات

تمام مخلوقات کی پرورش میں اسباب کے پردے میں ان ہی کا ہاتھ کام کررہا ہے۔ نادان طبقہ صرف اسباب پر فریفتہ ہوجاتا ہے۔ عقل سلیم ان ہی اسباب کے اندر اسباب کے خالق کو پہچان لیتی ہے۔ جس طرح اندھیری رات میں چیونٹی اپنے منہ میں سفید رنگ کا دانہ لے کر چل رہی ہو اس وقت بظاہر دانہ چلتا ہوا اور متحرک نظر آتا ہے۔ لیکن در حقیقت دانہ متحرک نہیں ہے۔ چیونٹی کی حرکت آنکھوں سے پوشیدہ ہونے کے سبب محض ظاہر میں چیونٹی سے بے خبر ہوتا ہے اور عاقل سمجھ لیتا ہے کہ پردے میں اس متحرک دانہ کا کوئی چلانے والا ہے۔ پرورش کے لیے ماں کا واسطہ بنادیا ہے۔ بظاہر تو ماں بچّے کو دودھ پلارہی ہے لیکن یہ ماں اولاد کی محبت کہاں سے لائی ہے، جب یہ مخلوق ہے تو اس کے جذبات اور کیفیاتِ محبت اور غضب سب مخلوق ہیں۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں ؎

مادراں را مہر من آموختم
چوں بود شمعے کہ من افروختم

ترجمہ: ماؤں کو محبت کرنا میں نے ہی سکھایا ہے ماں کا اولاد پر گرویدہ ہونا میری ہی محبت کا پرَتو ہے۔

ماں باپ سے بے انتہا درجے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہے، اسی محبت کا ایک

---

[۵] البقرۃ:۲۰۷

انعام یہ خبر بھی ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں جہاں بھی تم رہو۔ کس قدر تسلی اس خبر میں ہے۔ اس معیّت کی اور شرح دوسری جگہ اس طرح فرمائی ہے کہ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ[۶] ہم تمہاری رگِ جاں سے بھی تم سے زیادہ قریب ہیں۔ تصرفات سب ہمارے ہوں گے لیکن ہم کو دیکھ نہ سکو گے ہم نے تمہارے اندر ایسی طاقت نہیں رکھی ہے۔

ایمان بالغیب کی حکمت

یہ عالم امتحان اور جانچ کا ہے دیکھنے کے بعد پھر یہ عالم عَالمِ امتحان نہ رہے گا ہم تم سے ایمان بالغیب چاہتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں؎

یومنون بالغیب می باید مرا
زاں نہ بستم روزنِ فانی سرا

اے بندگانِ جن اور انس! میں تم سے ایمان بالغیب چاہتا ہوں، اسی واسطے اس عالم فانی میں کوئی راہ اپنے کو دکھانے کی نہیں رکھی ہے، لیکن اپنی معرفت کے لیے ہم تمہیں عقل عطا فرمائیں گے جس کے ذریعہ تم اس عالم کے ہر ہر ذرہ اور ہر ہر پتّی کے رگ وریشے سے ہم کو پہچانو گے ؎

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

سبز درختوں کے پتّے پتّے ہوشیار بندوں کی نگاہ میں معرفت الٰہیہ کے دفاتر ہیں جو بتاتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔

وَفِیۡ کُلِّ شَیۡءٍ لَّہٗ اٰیَۃٌ
تَدُلُّ عَلٰٓی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

ہر چیز میں اس اللہ کی ایک نشانی ہے جو بتاتی ہے کہ اللہ ایک ہے۔ ہماری نشانیاں زمین اور آسمان میں پھیلی پڑی ہیں اور خود تم اپنے وجود کو دیکھ کر ہمیں پہچان سکتے ہو وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ[۷] اور یقین لانے والوں کے لیے زمین میں

---

۶ ق:۱۶

۷ الذّٰریٰت:۲۰-۲۱

بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔

اثباتِ وجودِ باری تعالیٰ

منکرین جواب دیں کہ ان کو کسی نے پیدا کیا ہے یا وہ خود ہی اپنی ذات کو پیدا کرنے والے ہیں اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ[۸] کیا یہ لوگ بدون کسی خالق کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔ جب وہ خود موجود نہ تھے تو اپنے کو کیسے پیدا کرتے۔ پیدا کرنے والے کا وجود تو پیدا ہونے والی چیز سے پہلے ہونا چاہیے۔ ایک ہی شے مخلوق بھی ہو اور اپنی ذات کے لیے خالق بھی ہو یہ محال عقلی ہے کیوں کہ اس صورت میں تَقَدُّمُ الشَّيْءِ عَلٰى نَفْسِهٖ لازم آتا ہے جس کا محال ہونا مسلّمات سے ہے۔ والدین بھی خالق نہیں ہوسکتے کیوں کہ خالق کو اپنی مخلوق کا پورا علم ہوتا ہے۔ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ[۹] بھلا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا ہے اور حال یہ ہے کہ ماں باپ بے خبر ہیں کہ اس قطرۂ منی میں کیا کیا تصرفات ہورہے ہیں؟ کب وہ لوتھڑا ہوا، کب ہڈیاں بنیں، کب اس پر گوشت چڑھایا گیا، کب ناک، آنکھ، کان بنے اور کب ان میں خزانے سونگھنے، دیکھنے اور سننے کے رکھے گئے اور اس میں روح کب ڈالی گئی۔ ان باتوں کی ماں باپ کو کچھ بھی خبر نہیں کہ اس آب و گل میں کیا کیا بخیہ گری ہورہی ہے، اتنی بھی خبر نہیں کہ یہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی؟ پس ماں باپ کی یہ بے خبری اور بے علمی دلیل ہے کہ یہ خالق نہیں ہیں، کیا خالق وہ ہوسکتا ہے جو اپنی مخلوق ہی سے جاہل اور بے خبر ہو؟

خالق ہونے کا کوئی دعویٰ ہی نہیں کرسکتا ہے۔ بجز اللہ جل شانہٗ کے بڑے سے بڑے سائنس دان ایک مکھی کا پَر بنادیں جس کے اندر تمام صفات اس کے آجائیں۔ یا کسی درخت کی ایک پتی ہی بنادیں جس کے اندر تمام صفات خوبو اور خواص اس پتی کے آجائیں۔

دعویٰ بلا دلیل تو جہل محض ہے۔ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ[۱۰] پس تم کہاں پھرے جاتے ہو ہم نے اپنی معرفت کے لیے اپنے رسولوں کو بھیجا، اپنی کتابیں بھیجیں۔ منکرین کو عاجز کرنے کے

۸؎ الطور:۳۵
۹؎ الملك:۱۴
۱۰؎ الانعام:۹۵

لیے اور رسول کی رسالت ثابت کرنے کے لیے ہم نے ہر نبی کو معجزہ دیا اور ہر زمانہ میں جس فن کا بہت عروج تھا اسی فن کے مناسب معجزہ بھی عطا فرمایا تاکہ جب اس معجزہ کا مثل نہ لاسکیں اور اپنی عاجزی اس معجزہ کے مقابلے میں دیکھ لیں تو ایمان لائیں۔

عالم ارواح سے ارواح کو دنیا میں منتقل کرنے کی حکمت

عالم ارواح میں تمہاری معرفت کی تکمیل نہ ہوسکتی تھی کیوں کہ روحِ مجرد میں بھوک اور پیاس نہ تھی، عبادت کے لیے اعضا نہ تھے کہ رکوع سجدہ اور قیام میں وہ اعضاء مختلف شکلوں میں طاعت اور بندگی کرسکتے۔ پھر ہم نے انسان کو اس جسم کے ساتھ سراپا محتاج بناکر اس عالم میں پیدا فرمایا تاکہ ہر قدم پر حاجت مند ہو اور ہم کو حاجت روائی کے لیے پکارے اور ہر حاجت سے ہماری صفات کی معرفت حاصل کرے۔

رُوحِ مجرد کو عالم ارواح میں نہ بھوک لگتی نہ پیاس اس وقت بندہ میری ربوبیت اور رزّاقیت کو کیا سمجھتا؟ اب جس وقت بھوک اور پیاس سے مضطر ہوگا اس وقت کھانا کھاکر اور ٹھنڈا پانی پی کر بے اختیار کہہ اُٹھے گا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسۡلِمِیۡنَ[۱۱] تمام تعریفیں لائق ہیں اللہ کے لیے جس نے ہم کو کھانا کھلایا اور پانی پلایا۔ جب اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا اور ندامت کے آنسو بہائے گا اُس وقت میری رحمت توبہ قبول کرے گی اور گناہوں کی مغفرت کرے گی پس اس وقت میرے بندے کو میری رَحِیۡمِیَّتۡ، رَحۡمَانِیَّتۡ، تَوَّابِیَّتۡ اور غَفَّارِیَّتۡ کی معرفت ہوگی، میں اس کے گناہوں کو دیکھتے ہوئے کبھی اس کی ستّاری کروں گا اس وقت اسے میری ستّاری کی معرفت ہوگی اور کبھی حد سے گزر جانے پر کسی سرکش قوم پر عذاب نازل کروں گا اس وقت میرے ذُوالۡاِنۡتِقَامِ اور شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ اور قہّار ہونے کی معرفت ہوگی۔ اور یہ واقعات دوسری بستیوں کے لیے عبرت بنیں گے۔ سارے عالم میں میری ربوبیت دیکھ کر میرے ربُّ العالمین ہونے کی معرفت ہوگی اور میری محبت کی دولت سے مالا مال ہوجائے گا۔ فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی[۱۲] اور اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے اچھے نام ہیں۔

---

[۱۱] جامع الترمذی:۱۸۴/۲،باب ما یقول اذا فرغ من الطعام،ایج ایم سعید

[۱۲] بنی اسرآءیل:۱۱۰

عالمِ ارواح سے دُنیا میں پیدا کرنے اور بے شمار حاجتوں کے ساتھ پیدا کرنے کا محض مقصد یہی ہے کہ ہمارے بندے ہم کو مع ہماری صفات کے پہچان لیں اور یہ بات رُوحِ محض کے لیے ممکن نہ تھی نہ حاجات تھیں کہ بھوک پیاس سے اور دوسری احتیاج سے صفاتِ الٰہیہ کی پہچان ہوتی نہ ہاتھ پاؤں تھے اور نہ زبان تھی کہ نماز روزہ اور دیگر عبادتوں سے حق تعالیٰ کی محبت کی تکمیل ہوتی۔

مقصدِ حیات

ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ [۱۳]

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں میں اُن سے رزق رسانی نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے۔ قوت والا اور نہایت قوت والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کی تفسیر اِلَّا لِيَعْرِفُوْنِ [۱۴] سے فرمائی ہے اور صاحبِ جلالین نے بھی اسی تفسیر کو لیا ہے یعنی جن اور انسان کو اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اور معرفت سے مقصد محبتِ الٰہیہ ہے اسی انمول موتی کے لیے اللہ میاں نے پیدا فرمایا ہے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

میں نے مخلوق کو اپنے نفع کے لیے نہیں پیدا کیا ہے میری ذات تو غنی اور بے نیاز ہے۔ بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے کہ اپنے بندوں پر اپنے انعامات اور رحمتوں کی بارش کروں۔ من جملہ انہیں انعامات کے ایک نعمتِ عظیمہ یہ بھی ہے کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں بھی رہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس نعمت کی قدر ہم کو اس وقت ہو گی جب یہ اعتقاد ہمارا حال بن جائے اب اس کی تفصیل کرتا ہوں:۔

---

[۱۳] الذّٰریٰت: ۵۶-۵۸

[۱۴] روح المعانی: ۲۵/۲۷، الذّٰریٰت (۵۶)، دار احیاء التراث، بیروت

حق تعالیٰ کی معیّت کے اقسام

حق تعالیٰ کی معیت کے بہت سے اقسام ہیں ایک معیت تو سارے عالم کے ساتھ ہے اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ [۱۵] اس عموم کے پیشِ نظر تمام مخلوقات اور موجودات کو معیت حاصل ہے۔ اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قرب خلق ورزق برجملہ است عام
قرب وحی عشق دارند ایں کرام
قرب بر انواع باشد اے پدر
میزند خورشید بر کہسار و زر

مولانا فرماتے ہیں کہ پیدائش اور روزی کا تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ تمام مخلوقات کے لیے عام ہے مگر وحیِ الٰہی اور عشقِ الٰہی کا قرب مخصوص بندوں کو نصیب ہوتا ہے، قرب کے بہت سے اقسام ہیں جس طرح آفتاب کی روشنی کہسار پر اور کیفیت لیے ہوئے ہے اور زر پر دوسرا رنگ لیے ہوئے ہے۔ خشکی اور تری کے جتنے جاندار ہیں ہر ایک کے ساتھ جداگانہ معیّت ہے۔ پس مخلوقات کے جتنے افراد ہیں اسی اعتبار سے معیّاتِ الٰہیہ بھی ہر فرد کے ساتھ ساتھ الگ الگ ہیں۔ ہر ایک کی تربیت بھی جُداگانہ ہے ان معیّاتِ الٰہیہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے اسمائے حُسنیٰ کی توجہ ہوتی ہے جس وقت جس نوع کی تربیت ضروری ہوتی ہے اسی مناسبت سے حق تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی اسمِ پاک کا خاص پَرتَو اس پر پڑجاتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی [۱۶]

آپ فرمادیجیے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکاروگے سو اس کے بہت اچھے اچھے نام ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد دربارہ خاصیت اسمائے حسنیٰ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بندہ کو جس قسم کی حاجت

---

[۱۵] حٰمٓ السجدۃ:۵۴

[۱۶] بنی اسرآءِیل:۱۱۰

پیش ہو اُسی حاجت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے کوئی نام پاک انتخاب کرلے اور اس اسم پاک کا کثرت سے ورد رکھے تو بہت جلد کامیابی ہوتی ہے۔ مثلاً تنگ دستی میں مبتلا ہے تو **یَا مُغْنِیُ** کا ورد کرے اے غنی کردینے والی ذات۔ اسی طرح اگر کمزوری اور ضعف ہے تو **یَا قَوِیُّ** کا ورد رکھے بس ہر حاجت میں ان ہی سے مدد حاصل کرے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں ان کا واقعہ دیکھا ہے کہ حجاج بن یوسف نے جب ان کے قتل کے لیے جلّاد کو حکم دیا تو **یَا بَاطِنُ** کہہ کر جلّاد کے سامنے سے غائب ہوجاتے اور جب جلّاد تلوار کھینچ لیتا تو **یَا ظَاہِرُ** کہہ کر حاضر ہوجاتے۔ جب اس طرح متعدد بار کرنے سے جلّاد عاجز ہوگیا تو حجاج بن یوسف بہت نادم ہوا اور درخواست کی کہ میرے لیے بددُعا مت کرنا آپ نے فرمایا کہ میں کچھ نہ کروں گا۔ اللہ خود انتقام لینے والی ذات ہے۔

معیّتِ الٰہیہ کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کی معیّات کی عجیب تفصیل اس وقت القاء ہوئی ہے۔ بہت وسیع مضمون ہے کہاں تک مخلوقات کی تفصیل کروں، صرف مچھلیوں کے اقسام اس قدر ہیں کہ ایک کتاب ہوجائے، ہر مچھلی کے ساتھ علیحدہ معیّت ہے۔ ہر درخت اور ہر پودے کے ساتھ الگ معیّت ہے۔ پھر درختوں کا جو حصہ زمین کے نیچے ہے یعنی جڑوں کے ساتھ الگ معیت ہے جڑوں کو جو غذا پہنچارہے ہیں وہ شاخوں اور تنوں سے ممتاز اور الگ ہے، شاخوں کے ساتھ الگ معیت ہے۔ تنوں کے ساتھ الگ معیت ہے۔ ہر ہر پتی اور اس کے ہر ہر رگ وریشے کے ساتھ الگ معیت ہے۔ پھولوں کے ساتھ الگ معیت ہے غذا اور پانی ایک رنگ کا ہے مگر ہر جزو کے لیے اس کے مناسب غذا پہنچاتے ہیں۔ کثیف اجزا کے لیے کثیف غذا اور لطیف اجزاء کے لیے لطیف غذا۔ تنوں کی غذا الگ ہے۔ شاخوں کی غذا الگ ہے۔ پھولوں کی غذا الگ ہے، پتوں کی غذا الگ ہے اور پھلوں کی غذا الگ ہے۔

پانی شفاف رنگ کا جو خوبو مزہ رنگ میں ایک ہے مگر حق تعالیٰ کی معیت کی نگرانی

میں وہی شفّاف پانی انگور میں انگور کا رنگ اور مزہ پیدا کرتا ہے۔ سیب میں سیب کا رنگ اور مزہ پیدا کرتا ہے، نیب میں نیب کی تلخی کا مزہ پیدا کرتا ہے اور نہ جانے کتنے اقسام اور انواع کے مزید ار پھل پیدا فرماتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا[۱۷]

کیا تونے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ مختلف رنگتوں کے پھل نکالے۔

بچپن کے ساتھ معیت الٰہی اور طرح کی ہے، جوانی کے ساتھ اور طرح کی ہے، بڑھاپے میں اور طرح کی، ہر زمانہ کی تربیت جداگانہ ہے معیت جداگانہ ہے۔ معیّات الٰہیہ کی حد نہیں ہے۔ کیوں کہ حد شان حادثات کی ہے اور حق تعالیٰ کی ذات قدیم ہے۔

سارے عالم کا نظام اللہ تعالیٰ کے اَسمائے حسنیٰ کے پَرتَو سے قائم ہے

سارے عالم کا نظام اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے پَرتَو سے قائم ہے۔ ہر زندہ کو حیات اسم حیّ کی توجہ سے عطا ہو رہی ہے اور ہر موجود کو بقاء اسم پاک قیوم کی توجہ سے عطا ہو رہی ہے کائنات کی ہر چیز اور ہر ذرہ کی حیات اور اس کا بقاء حق تعالیٰ کی قیّومیت اور صفت احیا کے فیض سے قائم ہے۔ ہر ذرّہ کائنات کو ہر ہر آن حیاتِ جدید عطا ہوتی رہتی ہے، لیکن ہر آن کی عطا سے عوام بے خبر ہیں جس طرح بارش کہ بادلوں سے ایک ایک قطرہ ٹپکتا ہے مگر تسلسل کی وجہ سے ایک خط آسمان تک معلوم ہوتا ہے الگ الگ قطرہ گرتا ہوا محسوس نہیں ہوتا عارفین ہر آن تجلیاتِ صفاتِ الٰہیہ کے پَرتَو کو عالم کے ہر ہر ذرّات پر اپنی بصیرت سے مشاہدہ کرتے ہیں۔

مفہوم سیر فی الصفات

ایک زمانہ خاص عارفین پر ایسا گزرتا ہے جس میں تفصیلاً صفاتِ الٰہیہ یعنی اسمائے حسنیٰ

---

[۱۷] فاطر:۲۷

کے فیوض کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ صوفیا اس کو سیر فی الصفات سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے ان کو معرفت کا بڑا حصہ عطا فرمایا تھا)۔

ہیچ برگے بر نیفتد از درخت
بے قضا و حکم آں سلطانِ بخت

کوئی پتّا درخت سے جدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ حق تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔

از وہاں لقمہ نشد سوئے گُلو
تا نگوید لقمہ را حق کا دخلوا

حق تعالیٰ کی طرف سے جب تک لقمے کو حکم داخل ہو جانے کا نہیں ہوتا اس وقت تک لقمہ منہ سے حلق کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

در زمین و آسماں با ذرۂ
بر نجنباند نگردد پرّۂ

زمین اور آسمان کا کوئی ذرہ بدونِ حکمِ الٰہی کے نہ ہل سکتا ہے نہ اڑ سکتا ہے۔

مُجرمین کی معیّت کا مفہوم

ایک معیت کفار اور مشرکین کے ساتھ بھی ہے مگر مُجرمین کے ساتھ غضب اور قہر کے ساتھ معیت ہوتی ہے جس طرح حاکم کے سامنے ملزم کھڑا ہو اس وقت اس کو بھی قرب حاصل ہے اور حاکم سے کلام کا موقع بھی حاصل ہے لیکن یہ قرب زہرہ گداز ہے، ملزم پر حاکم کی نگاہِ غضب ہے تھوڑی دیر میں بیڑی اور زنجیر کے حوالے ہو گا اگر حق تعالیٰ کی رحمت ان کے غضب پر سبقت نہ لے جاتی تو کفّار اور مشرکین پر رزق کا دروازہ بند ہو جاتا مگر رحمتِ عامہ کی بدولت رزق پا رہے ہیں۔

مقبول بندوں کی معیت اور مجرمین کی معیت کا فرق

خاص بندوں کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت رضا کے ساتھ ہے اور مجرمین کے ساتھ جو معیت ہے غضب کے ساتھ ہے مگر اس رضا اور غضب میں تاثر نہیں ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کی

ذات تاثر سے پاک ہے کیوں کہ تاثر مستلزم ہے تغیر کو اور تغیر مستلزم ہے حدوث کو جو ذات واجب الوجود تعالیٰ شانہٗ کے منافی ہے پس رضاء الٰہی سے مراد ایصال منفعت ہے اور غضب سے مراد اضرار ہے رضا و غضب مبادی کے لحاظ سے نہیں ہیں ان کے لوازم مراد ہیں یہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے جو اہل علم کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں کے ساتھ جو تعلق ہے اس کے بھی بہت سے انواع ہیں، وہ ساتھ ہیں رزّاقیت کے ساتھ، وہ ساتھ ہیں غفّاریت کے ساتھ، وہ ساتھ ہیں رحمانیت کے ساتھ، وہ ساتھ ہیں ستّاریت کے ساتھ۔

فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى [۱۸]

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ [۱۹]

وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔

معیت کے انواع باعتبار اختلاف زمان و مکان

ایک ہی وقت میں بندہ مخلوق بھی ہے، مرحوم بھی ہے، مرزوق بھی ہے۔ معصیت کا صدور ہوا اس وقت معیت غضب کے ساتھ ہے، توبہ اور گریہ و زاری میں مشغول ہوا اب معیت بدل گئی اب تَوّابِیَتْ اور غَفَّارِیَتْ اور رَحْمَانِیَتْ کے ساتھ معیت ہوگئی۔ ایک ہی بندے کے ساتھ مختلف زمان اور مکان میں مختلف انواع کی معیّات ہوتی ہیں۔ ذکر تلاوت اور نوافل میں حق تعالیٰ کی معیت اور ہو جاتی ہے۔ فرائض کے ساتھ اور ہوتی ہے، صابرین کے ساتھ معیت اور ہے اور روزہ داروں کے ساتھ معیّت اور ہے، حج کرنے والوں کے ساتھ معیت اور ہوتی ہے دین کی جس راہ پر عمل کیا جاتا ہے اسی راہ کے موافق معیّت ہوتی ہے۔ نماز کے اندر قیام میں جو معیت ہے رکوع میں یہ معیت اور قوی ہو جاتی ہے، سجدہ میں اور اعلیٰ ہو جاتی ہے۔ پھر ان طاعات میں معرفت اور اخلاص کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے بھی معیّات مختلفہ ہوتی ہیں، ہر بندے کی فہم اور معرفت چوں کہ الگ الگ ہے اس وجہ سے ہر بندے کے ساتھ معیت جداگانہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ معیت اور قسم کی ہے،

[۱۸] بنیٓ اسرآءِیل:۱۱۰
[۱۹] الرحمٰن:۲۹

صدیقین کے ساتھ معیت اور طرح کی ہے، صالحین کی معیت اور ہے۔ اس معیت کو جو اہل اللہ کو نصیب ہوتی ہے اس کو صوفیا معیّت خاصہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

ایمانِ تحقیقی کب نصیب ہوتا ہے

مجاہدات اور ریاضت سے جس قدر نفس کے پردے ہٹتے چلے جاتے ہیں اتنا ہی حق تعالیٰ کی معیت کا انکشاف قلب میں زیادہ ہوتا جاتا ہے اس وقت ایمانِ تحقیقی نصیب ہوتا ہے اس سے قبل ایمان کا مدار محض عقلی اور استدلالی ہوتا ہے اور حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

استدلالیوں کا پاؤں لکڑی کا ہوتا ہے لکڑی کا پاؤں بہت کمزور ہوتا ہے۔

نفس کے پردے رذائل نفسانیہ ہیں مثلاً شہوت، حسد، بغض، کینہ، حُبِ دنیا، نخوت، تکبر، عجب، غضب وغیرہ یہ باعتبار اپنے مصرف اور محل کے غلط ہو جانے کے رذائل کہلاتے ہیں فی نفسہ قبیح نہیں ہیں حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن است
کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن است

دنیا کی شہوت بھٹی کی طرح ہے کہ جس سے تقویٰ کا حمام روشن ہے ؎

نیست باطل ہرچہ یزداں آفرید
از غضب و از حلم و زنضج و مکید

بے فائدہ نہیں ہے جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے پیدا فرمایا غضب سے اور حلم سے اور ہر اُس مرض سے جس میں دعویٰ پختگی کا ہو نفس کے مکر کی وجہ سے۔

خواہشات نفسانیہ کی حکمت

خواہشات نفسانیہ کی مثال بھٹی کی سی ہے جب ان کو مرضیات الٰہیہ کے تحت ان کے

مقتضٰی پر عمل نہ کیا جاوے تو تقویٰ کا حمام روشن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں بندوں کے اندر جو کچھ خزانے ودیعت فرمائے ہیں ان میں بندوں کے بڑے مصالح ہیں۔ پس یہ خواہشاتِ نفسانیہ ایندھن ہیں ان کو اللہ کی مرضی میں جلا دینا چاہیے، کیوں کہ ایندھن کا مقصد یہی ہے کہ اس سے کھانا پکایا جاوے پس تقویٰ کا کھانا تیار کرنے کے لیے خواہشات دی گئی ہیں لیکن اگر کوئی ایندھن ہی کھانے لگے یعنی بُری خواہشوں پر عمل کرنے لگے تو بجز ہلاکت کے اور کیا ہو گا انہیں خواہشات کی تربیت اور ان کو صحیح مصرف پر استعمال کرنے کی مشق کے لیے قانونِ الٰہی یعنی صحفِ آسمانی نازل کیے گئے، انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔ جنھوں نے اپنے فیض صحبت سے تعلیم اور تزکیۂ نفوسِ اُمّت کا کام انجام دیا پھر ان کے نائبین قیامت تک اس خدمت کو انجام دیتے رہیں گے۔

انسانِ کامل بننے کا طریقہ

عادۃ اللہ یہی ہے کہ بدون صالحین کی صحبت کے آدمی بنتا نہیں ہے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[۲۰]

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو۔ اب سوال ہوتا ہے کہ تقویٰ کیسے حاصل ہو؟ کیسے ڈریں؟ ان کی رحمت نے ڈر کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اور سچوں کے ساتھ رہو۔ یہاں بھی معیت ہے مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا ہے یعنی ہماری معیت کب حاصل ہو گی جب ہمارے خاص بندوں کی معیّت میں رہو گے مقبولین کی معیت کے صدقے میں ہم تم کو بھی اپنی معیت سے نواز دیں گے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا
گو نشیند با حضور اولیاء

فرماتے ہیں جو حق تعالیٰ کے ساتھ ہمنشینی چاہتا ہو تو اس سے کہہ دو کہ اہل اللہ کی صحبت میں

۲۰؎ التوبۃ:۱۱۹

بیٹھے۔ اس حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے **اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ**[۲۱] حدیث قُدسی ہے کہ میں ذاکر بندہ کا ہمنشین ہوں اور اہل اللہ کا ظاہر اور باطن دونوں ذاکر ہوتا ہے یعنی ان کے جوارح بھی حق تعالیٰ کی یاد میں مصروف ہوتے ہیں اور ان کا دل بھی ذکر سے غافل نہیں ہوتا ہے۔ جج اکبر الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور شعر ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

پس اہل اللہ کی صحبت اور ہمنشینی بڑی نعمت ہے ان کے پاس بیٹھنے سے حق تعالیٰ کا بہت قرب نصیب ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کس طرح انسان کامل بنے تھے

حضرات صحابہ کیسے بنے؟ ان کے خطاب ہی کے اندر اس کا جواب ہے، صحابہ کا لفظ سُن کر ذہن منتقل ہو جاتا ہے کہ صحبت یافتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان افراد کو جو زمانہ جاہلیت میں **وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ**[۲۲] (اور یہ لوگ آپ کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے) کے مصداق تھے صحبتِ پاکِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ شرف بخشا کہ قیامت تک کوئی ولی اور قطب بھی اس شرفِ صحابیت کو نہیں پا سکتا۔

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت کا ثبوت

صحبت اس قدر ضروری اور مہتم بالشان امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نازل فرمایا گیا **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ**[۲۳]

---

[۲۱] شعب الایمان للبیہقی:۲/۱۷۱(۶۷۰)،باب محبۃ اللہ عزوجل،مکتبۃ الرشد
[۲۲] الجمعۃ:۲
[۲۳] الکہف:۲۸

اور آپ اپنے کو اُن لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں۔ آیاتِ مذکورہ میں تصریحاً حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ مُبارک کہ کا اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور اصلاح کے لیے ضروری ہونا بیان فرمادیا۔ حالاں کہ یہ اہل عرب تھے کتاب اللہ کی خود ہی تلاوت کرکے اس کے مطالب اور معانی کسی حد تک سمجھ لیتے اور دین کے دیگر احکام کا علم بھی بواسطۂ افراد حاصل کرسکتے تھے لیکن حق تعالیٰ نے اپنی عادۃ اور سنّتِ جاریہ کی تصریح فرمادی کہ بدون صحبتِ مقبولین کام نہیں بنے گا۔ اور آیاتِ مذکورہ میں ارشاد فرمایا کہ اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جانتے ہیں کہ آپ ہمارے سچے محب اور حبیب ہیں آپ کا دل تو یہی چاہتا ہے کہ خلوت میں بس ہر وقت مجھے یاد فرماتے رہیں اور کوئی غیر نہ ہو، کسی نے خوب کہا ہے ؎

شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری

میں جانتا ہوں کہ آپ کے قلب مبارک میں بجز میری **خُلَّةٌ** کے کسی اور خلیل کی گنجائش نہیں ہے لیکن آپ اپنے نفس پر جبر کرکے اپنی معیت اور صحبتِ پاک کے لیے اپنے اصحاب کو وقت دیا کریں آپ کو ہم نے سارے عالم کے لیے رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ کی صحبتِ پاک سے ایسے عظیم ترین افراد نکلیں گے جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی باگ سنبھالیں گے اور جن کا تذکرہ ہم توریت اور انجیل میں کرتے آئے ہیں۔ **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ...الخ** کے بعد آگے فرماتے ہیں کہ جن کے ساتھ صحبت اور معیت کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے یہ سب آپ کے رب کو یاد کرنے والے ہیں یہ تو آپ کے رَبّ کی مرضی اور خوشنودی کے بھوکے پیاسے ہیں اور ایسی بھوک اور پیاس ہے کہ ہم جانتے ہیں، ہم ان کی شدّتِ محبت کی شہادت دیتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [۲۴]

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت ہی سرگرم ہیں۔ میری طلب اور بھوک و پیاس ان کو آپ کے پاس مضطر کرکے لائی ہے جب ماؤں کی یہ شان ہے: **وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ** [۲۵] اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلایا کریں۔ اور آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں پس ان کی

۲۴؎ البقرۃ:۱۶۵

۲۵؎ البقرۃ:۲۳۳

طلب اور پیاس کا تقاضا ہے کہ آپ فیضِ رسالت اور انوارِ نبوت سے ان کے سینوں کو اور دلوں کو سیراب فرمانے کے لیے اپنا وقت عزیز ان پر صرف فرمائیں۔ اَلَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ (جو اپنے رب کی یاد کرتے ہیں) سے آپ کے لیے اس حکم پر عمل کو آسان فرمادیا کہ یہ ناجنس اور اغیار نہیں ہیں۔ آپ کے رب کے یاد کرنے والے ہیں خلوۃ از اغیار نہ از یار، اور آپ کی خلوت کے لیے ہم رات کا وقت مقرر فرماتے ہیں اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیۡلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا [۲۶] بیشک رات کے اُٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے بے شک آپ کو دن میں بہت کام رہتا ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت مبارکہ میں کس طرح ہوئی۔ اس کیفیت کو حق تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں: ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡھِمۡ وَ یُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ٭ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ [۲۷] حق تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ پاک نے ناخواندہ لوگوں میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سُناتے ہیں اور اُن کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانش مندی سکھلاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا اثر

اوّلاً یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ فرمایا آپ کی تلاوت کا اثر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک نور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود نور، کلام اللہ نور، اتنے انوار حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینوں میں آپ کی تلاوت سے پہنچ گئے کہ ان انوار کی روشنی میں زمانۂ جاہلیت کے تمام امراض اور رذائل نظر آگئے اور اپنی کھلی گمراہی نظر آگئی، پس تزکیہ کی فکر پیدا ہوگئی، پھر رحمۃ للعالمین کی رحمت تزکیہ کے لیے متوجہ ہوئی۔ یہ ربط ہے تلاوت اور تزکیہ کا۔ ہر کجا دردے دوا آنجا رود۔ اب آپ کے تزکیہ کے برکات سنیے ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوق فراواں کردیا

پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جان جاناں کردیا

---

[۲۶] المزمل:۶-۷

[۲۷] الجمعۃ:۲

کہاں تو ظلمتوں میں گھرے تھے ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ [۲۸] اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں اور اب انوار میں اپنے کو دیکھتے ہیں۔

نور او در یمن و یُسر و تحت و فوق
بر سر و بر گردنم مانندِ طوق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کے برکات

آپ کی معیت اور صحبت سے حضرات صحابہ میں جو اوصاف پیدا ہوئے حق تعالیٰ کو وہ ایسے پسند آئے کہ قرآن پاک میں ان صفات کا ذکر فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ [۲۹] ارشاد فرماتے ہیں کہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس انتساب کو دیکھو کہ کس کے رسول ہیں، میری عظمت اور میری کبریائی اور جلال سے میرے رسول کی جلالتِ شان پہچانو۔ تین لفظ ہیں محمد رسول اللہ اس نظم اور ترتیب میں کس قدر عظمت ہے اللہ اکبر! اس انتساب کی عزت یہ ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [۳۰]

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ اُن سے ایسا کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

یہ ہے عظمتِ رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اجمالی عظمت اور جلالت کے لیے یہی انتساب کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ باقی میرے رسول کے

۲۸؎ النور:۴۰
۲۹؎ الفتح:۲۹
۳۰؎ الحجرات:۲

انوارِ نبوت کو بلاواسطہ تم دیکھنے کی تاب نہ لاسکو گے۔ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمہاری آنکھیں خیرہ ہوجائیں گی آپ کے انوارِ رسالت اور انوارِ نبوت کو اُن کے اندر دیکھو جن پر آپ کے نور کا پَرتَو پڑ گیا ہے۔ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اور وہ لوگ جو محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پھول میں بسائے گئے ہیں ان کو دیکھیے۔ شاگردوں سے اُستاد کی عظمتِ شان پہچانو گے۔ آپ کی صحبتِ پاک نے ان کے اندر اک نئی روح پھونک دی۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

پہلے کفر اور شرک کی وجہ سے مردہ تھے اب حقیقی معبود کی محبت میں سرگرم ہوکر ایمانی حیات سے مشرف ہوگئے۔ کہاں بتوں کی عبادت عزیز تھی کہاں اب ایسا بغض کفر سے پیدا ہوا کہ اب کفر کا نام سُننے کے لیے تیار نہیں اور بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑ پھوڑ کر خاک میں ملادیا۔ اللہ کے لیے اپنی جانوں کو ارزاں کیے ہوئے میدانِ جہاد میں سرِ میداں کفن بردوش دارم کا نعرہ بلند کررہے ہیں، جان مال اولاد سب سے زیادہ ایمان محبوب اور پیارا ہوگیا۔ جو غضب اور شدّت کہ پہلے اپنے نفس کے لیے مذموم تھی وہ اب معیّت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنے اللہ کے دشمنوں پر اللہ کی رضاجوئی کے لیے صرف کرنے لگے، پس وہ شدّت صحیح مصرف پر پہنچنے سے محمود ہوگئی اور حق تعالیٰ نے اس غضب اور شدت کو موقع مدح میں بیان فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کافروں کے مقابلے میں بہت تیز ہیں اور جو محبت کہ نفسانی خواہشات کے تابع ہوکر صرف ہوتی تھی وہی اب معیتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے اللہ کی رضاجوئی کے لیے ان کے ماننے والوں پر صرف ہونے لگی اور اللہ تعالیٰ نے اس محبت اور رحمت کی تعریف فرمائی اور اُن کو رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کے خطاب سے نواز دیا۔

ارشاد فرماتے ہیں:

وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللہِ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ[۳۱]

الحمدللہ کہ اس آیت سے اس مضمون کی تائید ہوگئی حق تعالیٰ فرماتے ہیں اور تم کفر کیسے کرسکتے ہو

[۳۱] اٰل عمرٰن:۱۰۱

حالاں کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تلاوت کے انوار سے اور میرے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار رسالت انوارِ نبوت سے کفر اور شرک کی گندگی اور تاریکی کی حقیقت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر منکشف ہوگئی کیوں کہ **تُعْرَفُ الْاَشْيَآءُ بِاَضْدَادِهَا** ہر شئے اپنی ضد سے متعارف ہوجاتی ہے۔ جب ایک دیا سلائی جلا دینے سے تاریکی کا وجود غائب ہوجاتا ہے اور اس کی روشنی کے ہوتے ہوئے تاریکی پاس نہیں پھٹک سکتی تو ایک ادنیٰ دیاسلائی میں جب یہ اثر ہے تو ؎

جُرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

جب خاک آمیز گھونٹ مجنوں کر دیتا ہے تو صاف گھونٹ کے متعلق میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کچھ اثر کرے گا۔

پس انوارِ تلاوتِ آیاتِ الٰہیہ اور انوارِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جب حضراتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سینوں میں پہنچے تو ان کی آنکھیں کھل گئیں کہ واقعی ہم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں بس تزکیہ کی فکر میں لگ گئے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ان کی طلب اور پیاس کو دیکھ کر تزکیہ کی طرف متوجہ ہوگئی ؎

تشنگاں گر آب جویند در جہاں
آب ہم جوید بعالم تشنگاں

پیاسے لوگ اگر دنیا میں پانی ڈھونڈھتے ہیں تو پانی بھی دنیا میں اپنے پیاسوں کو ڈھونڈھتا ہے ؎

ہر کجا پستی است آب آنجا رود
ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

جہاں نشیب ہوتا ہے وہیں پانی پہنچتا ہے۔ جہاں مشکل ہوتی ہے وہیں جواب پہنچتا ہے ؎

ہر کجا دردے دوا آنجا رود
ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

جہاں درد ہوتا ہے وہیں دوا پہنچتی ہے، جہاں بیماری ہوتی ہے وہیں شفا پہنچتی ہے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ اور تلاوت کے بعد تزکیہ فرماتے ہیں ہر مریض کے امراض کے مطابق تعلیمات اور مجاہدات سے ان کے رذائل نفسانیہ کا امالہ کرکے ان کو صحیح مصرف پر لگادیا۔

یہ تو بندوں کے ساتھ ان کے معاملات میں حیرت انگیز تبدیلی ہوئی اب اپنے خالق کے ساتھ ان کا کیا معاملہ ہوا۔ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا اپنے اللہ کی عظمت کے سامنے کبھی رکوع میں مشغول ہیں کبھی سجدہ میں ہیں۔ جو بندگی کہ پہلے باطل معبودوں پر صرف کی جاتی تھی اس کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک نے معبود حقیقی کی طرف امالہ فرمادیا بندوں سے شانِ بندگی کا اظہار تو ان کی جبلّی فطرت ہے مگر مصرف غلط اور باطل تھا۔

یہ سب تبدیلیاں کس غرض کے لیے ہوئیں کافروں کے ساتھ ایسی شدت، ایمان والوں کے ساتھ ایسی رحمت، حق تعالیٰ کی عبادت کے لیے رکوع اور سجود میں ایسا انہماک کس مقصد کے لیے تھا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا اللہ کے فضل اور رضامندی کو ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ پس یہ فکر دامن گیر ہے کہ میاں کس بات سے خوش ہوں گے ہر وقت اللہ کی خوشنودی کے طالب ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہورہے ہیں۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ... الخ کی یوں تفسیر فرمائی ہے:

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی یعنی تہجد کی نمازوں سے، صاف نیت سے چہرے پر ان کے نور ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور لوگوں میں پہچانے پڑتے ہیں چہرے کے نور سے انتہیٰ یعنی انوارِ رکوع اور سجود ان کے قلوب سے چھلک کر ان کے چہروں پر نمایاں ہورہے ہیں۔

حضراتِ صحابہ پر معیّتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کیمیاوی تاثیر

یہ جتنی صفات حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی آیات مذکورہ میں بیان فرمائی گئی ہیں کیا کتب بینی سے حاصل ہوئی تھیں یا لمبی چوڑی تقریروں سے حاصل ہوئی تھیں؟ ان سوالات کا جواب حق تعالیٰ نے ایک لفظ مَعَهٗ سے دیا ہے، اسی وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ میں سارا خزانہ ولایت اور

تقویٰ کا درج فرما دیا یعنی حق تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ معیّت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی برکت سے یہ انعامات جو آگے ہم بیان فرمانے والے ہیں حاصل ہوئے ہیں۔ انعامات عطا ہونے سے پہلے **مَعَہٗ** کو بیان فرما کر یہ بتا دیا کہ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان اُن لوگوں کے اندر دیکھو جو آپ کے ساتھ رہنے والے ہیں جن پر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پَرتَو پڑ گیا۔ ایک ایک صحابی جن کے کارنامے زمانۂ جاہلیت میں کیا تھے اور اب اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے آراستہ ہوگئے کہ زمانہ میں ان کا مثل قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ یہ ہے اس **مَعَہٗ** کا فیض اور اس کا اعجاز جس کی دلیل یہ ہے کہ آپ رسول خاتم النبیین ہیں، قیامت تک اب ایسی صحبت میسر نہیں ہوسکتی ہے۔ حضرت عارف رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چشمِ احمد بر ابو بکرے زدہ
از یکے تصدیق صدیق آمدہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نگاہ مبارک پڑی کہ ایک تصدیق سے صدیق ہوگئے۔

حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت مولانا! صدیق کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا: آئینۂ نبوت کو۔ سبحان اللہ کیا دو لفظ میں فرمادیا صدیق آئینۂ نبوت ہوتا ہے۔

چوں عمر شیدائے آں معشوق شد
حق و باطل را چو دل فاروق شد

آں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جاں نثار ہوئے تو فیض رسالت سے فاروقیت عطا ہوئی اور آپ فاروق ہوگئے رضی اللہ عنہ۔

چوں کہ عثماں آں جہاں را عین گشت
نور فایض بود ذی النورین گشت

جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جہان کے سرچشمہ ہوگئے نور محمدی فیض پہنچانے والا تھا جس سے آپ ذوالنورین ہوگئے۔

چوں زرویش مرتضیٰ شد دُر فشاں

گشت او شیر خدا در مرج جاں

جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے دُرفشاں ہوئے یعنی علوم اور معارف کے پہچاننے والے ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ جان کی چراگاہ میں شیر خدا ہوگئے۔ اس معیّتِ پاک نے ہر صحابی کو جو پہلے کھلی گمراہی میں تھے اب ہر فرد کو ہدایت کا چراغ بنادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ[۳۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے ہدایت یافتہ ہوجاؤ گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ پاک کے فیض سے منصبِ نبوت کو علیٰ منہاج النبوۃ انجام دینے کی صلاحیت ان افراد میں پیدا ہوگئی جو کفر اور شرک کی گندگی میں ملوث تھے۔ اللہ اکبر! اس مَعَہٗ نے کیسی کایا پلٹ دی۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے اپنے رسولِ پاک کی اس معیت کو اور بعثت کو موقع امتنان میں بیان فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْہِمْ وَ یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۚ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ[۳۳] درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا جبکہ ان میں انہیں کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سُناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ پہلے صریح غلطی میں تھے۔ قرآن پاک نے اس مَعَہٗ کے تحت ان صفات مذکورہ کو بیان کرکے امّت کو بتادیا کہ صحبت میں حق تعالیٰ نے کیمیا کا اثر رکھا ہے اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں تصریح فرمادی کہ بدون معیتِ صالحین صادقین تقویٰ نہیں حاصل ہوسکتا اور بدون تقویٰ ولایت نہیں نصیب ہوسکتی۔

۳۲؎ صحیح البخاری:۱/۴،۳۴،(۳۴۶۱)،باب ماذکر عن بنی اسراءیل،المکتبۃ المظہریۃ

۳۳؎ اٰل عمرٰن:۱۶۴

حضراتِ صحابہ میں تبلیغ علیٰ منہاج النبوّت کی صلاحیت

حضرات صحابہ کو معیّت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ہدایت کا وہ اعلیٰ مقام نصیب ہوا کہ ہر صحابی میں دعوۃ الی اللہ علیٰ وجہہ البصیرۃ کی صلاحیت پیدا ہوگئی اور ان کی تبلیغ علیٰ منہاج النبوۃ پر قرآن نے شہادت دی قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ [۳۴] حق تعالیٰ حکم فرمارہے ہیں کہ (اے ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجیے کہ یہ میرا طریق ہے میں اللہ کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں اور میرے ساتھ والے بھی۔ اللہ اکبر! اور میرے ساتھ والے بھی فرمایا۔ یہ کیسا ساتھ ہے، بہت مبارک ساتھ ہے، ایسا ساتھ ہے کہ جس کے فیض سے ہر صحابی دعوت الی اللہ میں حضور اکرم سید البشر رحمۃ للعالمین سید المرسلین کے ساتھ ہے، یہ ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور معیّتِ پاک کا اعجاز جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوۃ علیٰ وجہہ البصیرۃ کا سلیقہ ان افراد کو بخشا جو وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ کے مصداق تھے۔ اللہ اکبر! عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ فرمایا ہے۔ آپ کی نگاہِ بصیرت نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہ کو بھی نگاہِ بصیرت سے مشرف فرمادیا۔ جس کی تصریح اس آیۃ کریمہ میں ہورہی ہے یعنی دعوۃ الی اللہ علیٰ وجہہ البصیرۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصالۃً اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو تبعاً حق تعالیٰ نے ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ۔

ایک مثال سے تاثیر صحبت کی وضاحت

اب میں اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں اگرچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت کے لیے دنیا کی کوئی مثال لائق شانِ معیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوسکتی ہے لیکن تمثیل کی غرض توضیح ہوتی ہے۔ تشبیہ نہیں ہوتی ہے۔ تل کی کیا حقیقت ہے ایک ارزاں جنس ہے لیکن جب اس کو صاف کرکے پھول میں بسادیتے ہیں تو پھول کی صحبت سے اس کا نام

۳۴؎ یوسف:۱۰۸

بدل جاتا ہے اب یہ روغن گل کے نام سے بکتا ہے حالاں کہ گلاب میں تیل نہیں ہوتا محض اُس کی خُوبو، اس کے اوصاف اس تل میں آگئے ہیں اس تل کے تیل کو اب روغنِ گُل کہتے ہیں۔ حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں۔

آفتابے دید او جامد نماند
روغن گل روغن کنجد نماند

مولانا فرماتے ہیں عارفین کی روحوں نے آفتابِ حق دیکھ لیا ہے اور اب اس کی حرارت سے جامد نہ رہے، تل کا تیل جب روغنِ گل ہو گیا تو اب روغن کنجد نہ رہا اس کو تِل کا تیل کہنا بے ادبی ہے۔

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود
خمرش از تبدیل یزداں خل شود

حق تعالیٰ کی معیت اور قرب سے عارفین جب متخلق باخلاق الٰہیہ ہو گئے تو ان کی شراب (یعنی رذائلِ نفسانیہ) تبدیل یزداں سے سرکہ بن گئی (یعنی وہ اخلاق حمیدہ سے مزین ہو گئے)

عادۃ اللہ یہی ہے کہ جس کو بناتے ہیں کسی مقبول بندے کی صحبت سے بناتے ہیں۔ حضرت والا قدس سرہٗ اپنی حیاتِ طیبہ میں ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ عادۃ اللہ یہی ہے کہ آدمی اللہ والوں کی صحبت ہی سے آدمی بنتا ہے۔ حضرت عطار بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق

حق تعالیٰ کی محبت کے راستے میں جس نے بدون راہ بر اور رفیق کے قدم رکھا اس کی عمر تمام ہو گئی مگر مقصود تک رسائی نہ ہوئی۔

گر ہوائے ای سفر داری دلا
دامن راہ بر بگیر و پس بیا

اے دل! اگر اس سفر یعنی راہِ حق میں چلنے کی تمنا ہے تو راہ بر کا دامن پکڑ لے اور اس کے پیچھے پیچھے چلا چل، وہ پہنچا ہوا ہے، راستے کے نشیب و فراز سے واقف ہے تم کو بھی پہنچا دے گا۔ دنیا

میں اس کی مثالیں موجود ہیں، عالم شہادت عالم غیب کا نمونہ ہے۔ ایک ناواقف آدمی جب کسی اسٹیشن پر اُترتا ہے تو اب قُلی کا محتاج ہو جاتا ہے۔ کچھ نہیں معلوم؟ کدھر جاؤں؟ اس قلی کے سرکاری نمبر دیکھ کر اس پر پورا اعتماد کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور مقصود کو پہنچ جاتا ہے پس جن بندوں پر انعامِ نبوت، انعامِ رسالت، انعامِ صدیقیت، انعام شہادت، انعام صالحیت کی سرکاری مُہریں لگی ہوتی ہیں اَلَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ [۳۵] جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء ان کی صحبت اور اتباع کی برکت سے یہ متبع بھی مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ [۳۶] جو بندے میری طرف رجوع ہیں ان کی اتباع کرو اس کو حضرتِ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء اللہ کی ایک زمانہ کی صحبت سینکڑوں سال اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے۔

ہمنشیں مقبلاں چوں کیمیا ست
چوں نظر شاں کیمیائے خود کجا ست

مقبول بندوں کی ہمنشینی مثل کیمیا کے ہے اور اُن کی نگاہ کا فیض کیمیا سے بھی زیادہ مؤثر ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

نیکوں کی صحبت تجھ کو نیک بنا دے گی اور بُروں کی صحبت تجھ کو بُرا بنا دے گی۔

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید
ہم بعون ہمتِ مرداں رسید

اگر شاذ و نادر کسی نے تنہا اس راہ کو قطع بھی کیا ہے تو وہ شخص بھی کسی مرد کامل کی غائبانہ توجہ کے فیض سے پہنچا ہے۔

۳۵؎ النساء:۶۹
۳۶؎ لقمٰن:۱۵

بدون صحبت کاملین عادتاً اصلاح ناممکن ہے

تل اگر چاہے کہ بدون گلاب کی صحبت کے روغن گل ہو جائے ناممکن ہے۔ عادۃ اللہ یہی ہے۔ حق تعالیٰ کی سنّت جاریہ یہی ہے۔ یہ عَالمِ اسباب ہے خوانِ نعمت پڑھ کر کوئی کھانا پکا نہیں سکتا ہے۔ باورچی کی صحبت میں رہے بغیر پکانا نہیں آ سکتا، بدون حلوائی کی صحبت کے محض کتاب دیکھ کر امرتی بنا نہیں سکتا۔ پس دین ہی کیا ایک سَستا سودا رہ گیا ہے جو بدون کسی سے سیکھے مل جاوے، ایں خیال ست و محال ست و جنوں۔ ہر چیز اس کے خزانے سے ملتی ہے۔ پانی پانی کے خزانے سے۔ آگ آگ کے خزانے سے۔ پانی کی طلب ہو پیاس شدید ہو کیا کریں گے پانی کا خزانہ تلاش کریں گے۔ پس دین کے خزانے دینداروں کے پاس ہیں، دین تو انہیں کی معیت میں ملے گا۔ اگرچہ یہ پیوندی کپڑوں اور ٹوٹی ہوئی جوتیوں میں ہوں۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہاں وہاں ایں دلق پوشانِ من اند
صد ہزار اندر ہزاراں یک تن اند

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ اے لوگو! خوب غور سے سن لو کہ یہ گدڑی پوش ہمارے ہیں یعنی ہمارے خاص بندے ہیں لاکھوں انسانوں میں سے ان کی ایک ذات ہمارے تعلقِ خاص کی برکت سے ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔

ضعف قطب از تن بود از روح نے
ضعف در کشتی بود در نوح نے

مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی ظاہری شکستہ حالی پر مت جانا یہ ضعف صرف تن میں ہے ان کی روح میں ضعف نہیں ہے ضعف صرف کشتی میں ہے (حضرت) نوح (علیہ السلام) میں نہیں ہے۔

ان کے قلوب کی صفائی اور نور کے پَرتَو سے ان کے چہروں پر انوارِ ولایت نمایاں ہیں ان کے انوار قلب ان کے الفاظ کے ہمراہ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی باتوں میں عجیب اثر ہوتا ہے۔

شیخ نورانی زرہ آگہہ کند

نور را با لفظہا ہمراہ کند

نورانی شیخ راستے سے آگاہ کرتا ہے اور اپنے انوار کو اپنے الفاظ کے ساتھ ہمراہ کر دیتا ہے۔

نقل اور اصل کے علامات موجود ہوتے ہیں ؎

شاہ صاحب جو سمجھتا ہے تو بھک منگوں کو

تو نے دیکھی ابھی وہ صورت شاہانہ نہیں

(خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

دست گیرد بندۂ خاص الٰہ

طالباں را می برد تا پیش گاہ

وہ اللہ کا خاص بندہ جس طالبِ صادق کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اس کو اللہ تک پہنچا دیتا ہے۔ ہاں اس دلق پوش میں ایک چیز دیکھ لو! سنّت کا متبع ہے یا نہیں اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں ہے اور کسی بزرگ متبع سنّت کا اجازت یافتہ ہو بس اس کی صحبت کو غنیمت سمجھو صادقین کی معیّت کے بغیر کام نہیں چلتا۔ انہیں کی معیت کے صدقے میں معیّتِ حق نصیب ہوتی ہے۔

صحبت کاملین کے ساتھ مجاہدہ کی ضرورت اور ایک مثال سے اس کی وضاحت

ہاں ایک بات اور ضروری ہے اس کا نام مجاہدہ ہے۔ تِل کو اگر بدون رگڑے ہوئے اور بدون صاف کیے ہوئے پھول میں رکھیں تو پھول کا اثر اس کے اندر سرایت نہ کرے گا، تِل کے موٹے موٹے پردے پھول کی خوشبو کو اندر اثر نہ کرنے دیں گے۔ جون پور میں تیل کا کاروبار ہوتا ہے وہاں یہ نقشہ خوب دیکھنے میں آتا ہے، دریا کے کنارے تِل کو خوب رگڑ رگڑ کر دھوتے ہیں اور تِل کو اس کے گرد و غبار سے اور اس کے موٹے موٹے پردوں سے صاف کرتے ہیں۔ یہی اس کا تزکیہ ہے جب ایک باریک سا غلاف رہ جاتا ہے اور تیل جھلکنے لگتا ہے تو اب اس کو پھول میں بساتے ہیں پس پھول کی ساری خوشبو تیل میں اس باریک جھلّی سے جذب

ہو جاتی ہے پھر اس کا تیل نکالتے ہیں اب یہ تل کا تیل بہت قیمتی ہو جاتا ہے پہلے دو روپیہ سیر بکتا تو اب اس کا قسم اعلیٰ بیس روپے سیر کا بکے گا۔ قسم اعلیٰ سے مراد جو پہلی گھان میں بسایا گیا۔ پھر دوسری گھان میں کسی قدر قیمت گھٹ جاتی ہے۔

مجاہدہ کے فوائد

طالب کے قلب کو اہل اللہ مجاہدہ کرا کے نرم کرتے ہیں اور نفس کے پردوں کو مٹاتے ہیں تاکہ شیخ کے اخلاق اس میں سرایت کریں اور شیخ کی اتباع سنّت کا داعیہ اور ذوق طالب کے اندر بھی پیدا ہو جاوے۔ مجاہدہ سے طبیعت کے لیے اتباع آسان ہو جاتا ہے۔ اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا[۳۷] اتباع سنّت کس کو نصیب ہوتا ہے، جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کون لوگ اختیار کرتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں، قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں اور کثرت سے اپنے اللہ کو یاد کرتے ہیں، یہ ذکر عام ہے دین کے تمام ظاہری اور باطنی احکام کی بجا آوری کو، محض ذکر لسانی مراد نہیں ہے۔

ذکر بسیط کا فائدہ

مشائخ جو تلقین ذکر کرتے ہیں وہ بھی اس عموم کا ایک فرد ہے جس میں راز یہ ہے کہ ذکر بسیط یعنی تکرار اسمِ ذات سے حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اِذَا تَکَرَّرَ تَقَرَّرَ جب بار بار ذکر کی نوبت آتی ہے تو ذکر دل میں جم جاتا ہے اور محبت کا خاصہ ہے کہ اطاعت کو آسان کر دیتی ہے۔

از محبت تلخہا شیریں بود

راہ کی ساری تلخیاں محبت سے شیریں ہو جاتی ہیں، ہر طالب کے ضعف اور قوّت کے لحاظ سے اور اس کے امراض نفسانیہ کے لحاظ سے شیخ محقق علیحدہ علیحدہ مجاہدہ تجویز کرتا ہے اس امر میں اس کی تجویز اس کی فراست ایمانی اور تائید غیبی کی برکت سے طالب کے لیے آب حیات کا کام

[۳۷] الاحزاب: ۲۱

دیتی ہے اور طالب کچھ ہی دنوں میں اپنے اندر انقلاب عظیم دیکھتا ہے یعنی روز بروز طاعات کی طرف رغبت اور گناہوں سے نفرت معلوم ہونے لگتی ہے اور بزبان حال کہہ اُٹھتا ہے ؎

کیمیا ایست عجب بندگی پیر مُغاں
خاکِ او گشتم و چندیں درجاتم دادند

پیر کی تابعداری اور غلامی عجیب کیمیاوی تاثیر رکھتی ہے چناں چہ مجھ کو پیر کامل کی اتباع کامل کے فیض سے کتنے درجات عالیہ نصیب ہوئے۔

جس طرح صحبتِ صادقین کے لیے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کاملین کی معیت میں رہو۔ نصِ قطعی ہے اسی طرح مجاہدہ بھی نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ [۳۸] اور وہ لوگ جو مشقتیں اُٹھاتے ہیں ہماری مرضیات کے حاصل کرنے میں ضرور بالضرور ہم ان کو اپنے راستے بتلادیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ نیک کردار لوگوں کے ساتھ ہے۔

معیت کا لفظ صادقین کے ساتھ بھی آیا ہے اور محسنین کے ساتھ بھی یہاں معیت فرمایا ہے۔ یعنی تم صادقین کی معیّت میں رہ کر اصلاح رذائل نفسانیہ کے لیے جب کوشش کرو گے تو صادقین کی معیت کی برکت سے ان کے اخلاق حمیدہ ان کا صدق فی المقال ان کا صدق فی الاعمال تمہارے اندر پھول کی خوشبو کی طرح جذب ہو جائے گا۔

اہل اللہ کی صحبت سے نفع حاصل کرنے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالبِ صادق اس معیت میں رہ کر دیکھتا رہے کہ یہ کاملین حق تعالیٰ کے بندوں سے کس طرح ملتے ہیں، شاگردوں کے ساتھ کس طرح رہتے ہیں، اپنے دوستوں کے ساتھ کس طرح رہتے ہیں، راحت میں یہ کیسے رہتے ہیں تنگی اور افلاس میں کیسے رہتے ہیں، جب ان کی کوئی تعریفیں کرتا ہے تو یہ کیسے رہتے ہیں۔ جب یہ کسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں تو یہ کیسے رہتے ہیں، حالت سفر میں ان کے اعمال کیسے رہتے ہیں؟ ہر حالت میں ان کے

---

۳۸ العنکبوت:۶۹

اخلاق حسنہ کو دیکھتا رہے، ان کا صبر، ان کا شکر، ان کی تواضع، ان کی رضا بالقضا، ان کا حلم، ان کا کرم، ان کا عفو، ان کی شفقت مع الخلق وغیرہ بار بار دیکھتے رہنے سے طالب کی طبعیت آخذہ خفیہ خفیہ اپنے اندر ان اخلاق عالیہ کو جذب کر لیتی ہے اس کا نام ''مجاہدۂ لذیذہ'' رکھتا ہوں، کیوں کہ صالحین کی صحبت میں بڑا لطف آتا ہے، دل کو اطمینان میسّر ہوتا ہے اور دوسرے طریقے کا نام یعنی مداومت اعمالِ پابندی، ذکر، اطلاعِ حالات، اتباعِ تجویزات، ترکِ معاصی کا نام ''مجاہدۂ غیر لذیذہ'' رکھتا ہوں اگرچہ کچھ دن بتکلف اعمال پر پابندی کی برکت سے استقامت طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے اور پھر یہ مجاہدہ بھی لذیذ بن جاتا ہے لیکن ابتداء مشقت ہونے کی وجہ سے اس سعی اور مشقت کو مجاہدہ ہی سے تعبیر فرمایا ہے۔ اگر کسی کو یہ خلجان ہو کہ جب کچھ دن کے بعد مجاہدہ کرتے کرتے سالک کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے اور مجاہدہ کی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔

چند روزے جہد کن باقی بخند

چند دن کوشش کرلو پھر راحت ہی راحت ہے۔ تو پھر اجر کس بات کا ملے گا۔ اس کا جواب حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ چوں کہ یہ حالت اُسی مجاہدہ اُولیٰ کا ثمرہ ہے اس لیے اسی مجاہدہ کا حکم یہاں بھی ممتد ہو جاوے گا مجاہدہ کرا کے نعمت دیتے ہیں تاکہ نعمت کی قدر دانی ہو۔ بمصداق ؎

ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد
گوہرے طفلے بقرص ناں دہد

کہیں بے فکری سے اس دولت کو ضایع نہ کردے نیز دنیا کا قاعدہ ہے کہ قیمتی عطر گندی شیشی میں نہیں رکھتے ہیں جب اسّی (۸۰) روپے تولہ کا عطر ہوتا ہے تو اس کے لیے شیشی بھی اسی اعتبار سے عمدہ اور شفّاف ہوتی ہے، قارورہ کی شیشی میں عطر نہیں رکھتے ہیں۔

حق تعالیٰ اپنے قرب کی نعمت کو گندے قلب میں نہیں رکھتے ہیں

حق تعالیٰ اپنی معیت اور قرب کی نعمت کو گندے قلب میں نہیں رکھتے ہیں، حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آں زجاجے کوند ارد نور جاں
بول قارورہ است قندیلش مخواں

جس قلب میں حق تعالیٰ کا نور پاک نہیں ہے اس کو قندیل نہ کہو کیوں کہ وہ قارورہ کی شیشی کے مانند دنیا کی گندگی اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ لیکن مطلقاً دنیا بُری نہیں ہے کیوں کہ بندہ اسبابِ دنیویہ کا محتاج ہے، ترک دنیا کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کو دل کے اندر جگہ نہ دینا چاہیے۔

آب در کشتی ہلاکِ کشتی است
آب اندر زیر کشتی پُشتی است

(عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ)

کشتی کے لیے پانی تو ضروری ہے ورنہ چلے گی کیسے لیکن یہ نفع اسی وقت تک ہے جب تک یہ پانی کشتی کے نیچے رہے کشتی کے اندر پانی کا آنا کشتی کی ہلاکت ہے۔

عطر کی یہ مثال محض سمجھانے کے لیے دی گئی ہے ورنہ حق تعالیٰ کے قرب اور ان کے نورپاک کے شایانِ شان عالم میں کوئی مثال نہیں ہے۔ لَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ نہ اُس کا کوئی مثل ہے اور نہ اس کی واقعی کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ خود فرماتے ہیں لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ[۳۹] اس کے مثل کوئی شئ نہیں۔ حق تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا کے بعد لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا کا وعدہ فرمایا ہے اس کے بعد اِنَّ اللہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ فرمایا ہے اس کے اندر بڑے بڑے علوم ہیں۔

احسان یعنی اخلاص کی تعریف

محسنین میں احسان جو ہے اس کے دو معنیٰ ہیں ایک لغوی اور ایک اصطلاحی۔ اور دونوں معنوں میں ربط ہے اصطلاح شرع میں احسان اخلاص کو کہتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں بصورتِ بشر تشریف لائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کے بعد عرض کیا: مَا الْاِحْسَانُ یَا رَسُوْلَ اللہِ احسان کیا ہے اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ اور اس سوال کا مقصد حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم دینا

---

[۳۹] الشوریٰ:۱۱

تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ [۴۰] حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: صَدَقْتَ احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ گویا اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہو اور یہ گویا اس لیے ہے کہ تم اللہ کو دیکھ سکتے نہیں لیکن چوں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تم کو دیکھ رہے ہیں پس گویا کہ تم بھی دیکھ رہے ہو۔ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ میں فَا تعلیل کے لیے ہے اور یہی تحقیق حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ میرے استاذ حدیث مولانا ماجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جونپوری نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی تھی فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اس حدیث میں بعض شراح محدثین نے اخلاص کے دو درجے بیان کیے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے ان حضرات سے اجتہادی چوک ہوگئی ہے۔ فَا تعلیل کے لیے ہے یعنی ایسی غلامی کرو کہ گویا اللہ کو دیکھ رہے ہیں جب اس خیال کا استحضار ہوگا اور اس دھیان سے عبادت ہوگی تو عبادت ریا سے پاک ہوگی جب اللہ کی عظمت سامنے ہوگی غیر کی شرکت ممکن نہیں اس وقت یہ عبادت ظاہراً اور باطناً خوبصورت اور خوب سیرت ہوجاوے گی اسی حُسن کا مفہوم احسان کے حروف میں داخل ہے اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ ساتھ ہے جو عبادت کو سنوار کر ادا کرنے والے ہیں کیوں کہ احسان کے معنیٰ حسین بنا دینے کے ہیں، احسان اعمال کو حسین بنا دیتا ہے یعنی قابلِ قبول بنا دیتا ہے یہ لغوی ربط ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص اور معیتِ خاصّہ کے حصول کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کے قُرب اور ان کی معیتِ خاصہ کے لیے دو جزو ضروری ہیں ایک صحبت صالحین جس کی تائید وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے ہوتی ہے اور دوسرا مجاہدہ ہے جس کی تائید وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا سے ہوتی ہے جس کے اندر تمام اعمال دین کے آگئے اور تِل کی مثال سے اس کی خوب وضاحت ہوگئی۔ جس طرح تِل خواہ کتنا ہی رگڑ رگڑ کر دھویا جائے مگر جب تک پُھول کی صحبت نصیب نہ ہوگی اس میں پھول کی خوشبو نہیں آسکتی ہے خواہ عمر بھر رگڑنے کا مجاہدہ اُٹھائے۔ اسی طرح اگر تِل کو صاف نہ کیا جاوے، خوب رگڑ

---

[۴۰] صحیح البخاری: ۱/۱۲(۵۰)، کتابُ الایمان، باب سؤال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام، المکتبۃ المظھریۃ

رگڑ کر دھونے کا مجاہدہ نہ کرایا جاوے تو پھول کی صحبت اس میں کچھ اثر نہ کرے گی خواہ عمر بھر پھول کے پاس رہے۔ اسی طرح اس راہ میں نہ تو فقط مجاہدہ کافی ہے خواہ عمر بھر عبادت اور ریاضت کرے اور نہ فقط صحبت کافی ہے۔ خلاصہ ہے کہ یہ نسخہ دو جزء کا ہے۔ ۱) صحبت اہل اللہ ۲) مجاہدہ اور دونوں جزء میں خاص ربط ہے۔ یہ مجاہدہ اپنی تجویز سے اپنی رائے سے نہ ہو گا وہی اللہ والا تجویز کرے گا۔ بدون اس مقبول بندے کی توجہ اور نظر عنایت کے نری محنت سے کچھ نہیں ہو گا۔ طالب کی شان مریض کی سی ہے مریض کی رائے بھی مریض ہوتی ہے پس اپنے کو بالکلیہ سپرد کر دے۔ حضرت عارف فرماتے ہیں۔

در ضلالت سود نوبد ترک تاز

یعنی اپنی بیمار رائے سے اگر دوڑ دھوپ کرو گے تو کچھ مفید نہیں غلط راہ پر جتنا ہی چلو گے خدا سے دوری ہوتی جائے گی اور یہ تگ و دو بے سود اور رائیگاں ہو گی۔ خوب فرماتے ہیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

بدونِ عنایتِ حق اور خاصانِ حق کے اگر کوئی فرشتہ بھی ہو جائے تب بھی اس کا اعمال نامہ سیاہ ہو گا۔

گر تو سنگِ خارہ و مر مر بوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

اگر تو سنگِ خارہ اور سنگِ مر مر ہو لیکن جب کسی اللہ والے کی صحبت میں رہے گا تو موتی ہو جائے گا۔

من نجویم زیں سپش راہِ اثیر
پیر جویم پیر جویم پیر پیر

اس حقیقت کو پہچان لینے کے بعد میں آسمان کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا یعنی بے راہ بر کے حق تعالیٰ کے راستے میں قدم نہ رکھوں گا بس اب تو پہلے پیر ڈھونڈوں گا، پیر ڈھونڈوں گا، پیر ڈھونڈوں گا۔

پیر باشد نرد بان آسماں
تیر پراں از کہ گردد از کماں

(عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ)

کیوں کہ پیر آسمان کے لیے بمنزلہ سیڑھی کے ہے تیر اسی وقت اڑتا ہے جب کمان کی قوّت اس میں اثر کرتی ہے۔ جو لوگ خودرائی سے کام کرتے ہیں وہ کچھ دنوں کے بعد اپنے نفس کے حوالے ہو جاتے ہیں ان کو شیطان اپنا کھلونا بنالیتا ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِنۡ لَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یَتَّبِعُوۡنَ اَہۡوَآءَہُمۡ ؕ وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ہَوٰىہُ بِغَیۡرِ ہُدًی مِّنَ اللّٰہِ[۴۱]

اے ہمارے رسول! یہ لوگ اگر آپ کو امام نہ بنائیں گے لا محالہ اپنے نفس کو امام بنائیں گے اور جب امام بے وضو ہو گا تو نماز کیا ہو گی۔ اگر وحی الٰہی کا اتباع نہ کریں گے تو اس کے سوا کوئی صورت ہی نہیں کہ اپنی خواہشات نفسانیہ کی اتباع کریں گے اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو مرضی الٰہی کے خلاف اپنے نفس کی خواہشات پر چلنے لگے بِغَیۡرِ ہُدًی مِّنَ اللّٰہِ سے جاہلوں کی فقیری کا قلع قمع ہو گیا کیوں کہ اس آیت میں بتادیا کہ ہر خواہش کے ترک کا حکم نہیں ہے۔ حلال ہے کھاؤ، پیاس لگی ہے ٹھنڈا پانی پی کر شکر ادا کرو، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرشدی حکیم الامّت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ میاں اشرف علی! جب پانی پیو تو ٹھنڈا پانی پیا کرو تا کہ ہر بُنِ مُو سے شکر نکلے۔

اسلام نے مطلقاً ترکِ دُنیا یعنی رَہبانیت کو منع فرمایا ہے

اسلام نے جوگ یعنی مطلقاً ترک دنیا کو منع فرمایا ہے۔ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ[۴۲]

ایک جاہل فقیر کا قصہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کا دل چاہا کہ خوشبو سونگھیں۔ پس اس نے اس خواہش کی مخالفت میں گُو کی بتی بنا کر ناک میں رکھ لی، یہ فقیر کوہ لبنان کے کسی غار میں رہتا تھا سال میں صرف ایک بار نکلتا تھا۔ ایک آنکھ میں پٹی باندھ رکھی تھی۔ اس نے سوچا کہ ایک آنکھ سے کام چل سکتا ہے تو دوسری آنکھ کو کیوں استعمال کروں۔ حسنِ اتفاق سے ایک بار جب یہ نکلا تو ایک عالِم کا لڑکا جو آزاد مزاج تھا اس فقیر کا شہرہ سن کر ملنے

[۴۱] القصص:۵۰

[۴۲] شرح السنۃ للبغوی:۲/۳۷۱(۴۸۴)، باب فضل القعود لانتظار الصلٰوۃ، المکتب الاسلامی، دمشق

آیا، اس نے دریافت کیا کہ یہ بتی ناک میں کیسی ہے؟ اور یہ پٹی آنکھ پر کیسی ہے اس فقیر نے سب تفصیل کہہ سُنائی۔ اس عالِم کے لڑکے نے شکر ادا کیا کہ اے اللہ! شکر ہے کہ تو نے علم دین کی دولت سے نوازا ہے۔ اس لڑکے نے پھر پوچھا کہ یہ بتی ناک میں کب سے ہے۔ اس نے کہا بتیس سال سے ہے۔ اس نے کہا بھائی ۳۲ سال کی نماز ضایع ہوئی پھر سے ادا کرو۔ فقیر تھا مخلص مان گیا اور ۳۲ سال کی نماز دُہرائی۔ اللہ تعالیٰ جہل سے محفوظ رکھیں۔

تقلید کی ضرورت اور اس کی حکمت

ائمہ کی تقلید اسی لیے واجب ہے تقلید کے بدون صراط مستقیم پر قائم رہنا عادتاً ناممکن ہے غیر مقلد نفس کے حوالے ہو جاتا ہے جدھر آسانی دیکھتا ہے اسی طرف اپنے نفس کی باگ پھیر دیتا ہے اور خواہشات کا غلام بن جاتا ہے۔ وَ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ جو بندے حق تعالیٰ کی طرف ہمہ تن ظاہراً و باطناً متوجہ ہیں انہیں کی اتباع سے کام بنے گا۔ ان کی انابت الی اللہ کا پَرتَو تمہارے اوپر بھی پڑ جائے گا اور اللہ کی طرف تمہارا دل بھی متوجہ ہو جائے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخِ کامل کی علامات میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اس کی صحبت میں دل دُنیا سے اُچاٹ ہونے لگتا ہے اور آخرت کی طرف راغب ہونے لگتا ہے۔

جج اکبر الٰہ آبادی نے خوب کہا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق اور حق تعالیٰ کی محبتِ کاملہ ان دونوں اجزاء یعنی مجاہدہ اور صالحین کی صحبت کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی ہے۔

عوام مومنین اور خواص مومنین کی معیّت کا فرق

یوں تو ہر مومن کو حق تعالیٰ کے ساتھ کسی درجہ میں تعلق ہوتا ہے لیکن عوام مومنین کی معیّت معیّت عامہ ہوتی ہے جس کا تعلق صرف عقل سے ہوتا ہے، باطن میں حق تعالیٰ کے

ساتھ ہونے کا رسوخ نہیں ہوتا۔ خواص اُمت کو جو معیت عطا ہوتی ہے وہ ذوقیہ حالیہ ہوتی ہے معیّت کا درجۂ اولیٰ یعنی عَقلاً وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ پر اعتقاد رکھنا فرض ہے یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم رہو۔ نفس ایمان کے لیے اتنا کافی ہے لیکن یہ کمال ایمان کے لیے کافی نہیں ہے یہ بہت ناقص درجہ ہے ایمان تحقیقی اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب اس اعتقاد کا باطن میں رسوخ ہو جاوے اور رسوخ بدون مجاہدہ اور صحبت اہل اللہ نہیں میسّر ہوتا ہے۔ عادۃ اللہ یہی ہے۔

معیّت خاصّہ کے فیوض وبرکات کی وضاحت

ایمان کی حلاوت اسی درجہ حالیہ میں نصیب ہوتی ہے کیوں کہ ہر وقت باطن میں اپنے اللہ کی معیت یعنی ساتھ ہونے کو محسوس کرتا ہے اس معیّت میں بڑی لذّت ہوتی ہے دنیا ہی میں جنّت کا مزہ ملنے لگتا ہے بڑے بڑے مصائب اور امتحان میں ثابت قدم رہتا ہے اس کی باطنی قوّت اور ہمّت کو عوام نہیں پاسکتے ہیں۔ عوام تو اپنے ذہن میں بھی نہیں لاسکتے ہیں کیوں کہ یہ نعمت ذوقی اور وجدانی ہے ؎

لذّت مے نہ شناسی بخدا تانہ چشتی

خدا کی قسم! جب تک اس شرابِ محبت کو تو چکھے گا نہیں اس کا مزہ معلوم نہیں کرسکتا۔ دنیا میں مثال کے لیے سمجھنا چاہیے کہ ہر شخص اپنے مصاحب اعلیٰ پر ناز کرتا ہے۔ پہلے زمانے میں چوکیدار کی بھی بڑی عزت تھی، گاؤں والے چوکیدار کی دوستی کو بڑی نعمت سمجھتے تھے اگر چوکیدار نے ذرا لُطف سے باتیں کرلیں تو دل میں بہت خوش ہوجاتے کہ چوکیدار ہمارے ساتھ ہے، حالاں کہ چوکیدار ایک گھٹیا اور ادنیٰ درجہ کا ملازم ہے مگر ایک ادنیٰ انتساب اس کو بادشاہ سے ہوتا ہے جس سے سرکاری آدمی سمجھا جاتا ہے یہ ایک مثال ہے اب اور آگے بڑھیے اگر پولیس کی دوستی میسر ہوگئی تو گاؤں میں اس کی ہیبت سے لوگ ڈرنے لگتے ہیں کہ بھائی پولیس اس کے ساتھ ہے اب بتدریج ترقی کرتے جایئے کہ اگر تھانہ دار نے کہہ دیا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں پھر اس کی ہمت نہ پوچھیے اور آگے بڑھیے اگر ایس۔ پی اور کلکٹر ساتھ

ہو جائے تو پورے ضلع کے لوگ اس سے ڈرتے ہیں، اب اس کی ہمت کو نہ پوچھیے بڑے بڑے تھانہ داروں کو خیال میں نہیں لاتا اور اگر بادشاہ کا دوست ہو گیا تو پھر سارے ملک میں اس کی ناز برداری کی جاتی ہے بڑے بڑے وزراء اس سے کانپتے ہیں اپنے اس تعلق پر اس شخص کی ہمّت اور قوّت کس قدر بلند ہو جاتی ہے بس اس کو ایک ڈر ہوتا ہے وہ یہ کہ بادشاہ کہیں ناراض نہ ہو جائے اور ساری رعیت سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ پس ان مثالوں سے اللہ والوں کی قوّت اور ہمّت کو سمجھیے کہ وہ احکم الحاکمین جو سارے عالم کا خالق اور مالک ہے جس کے حکم کے بغیر ایک ذرّہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا ہے وہ اگر کسی کو اپنے خاص تعلق سے نوازدیں اور اس کو اپنا دوست فرمادیں نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ [۴۳] ہم تمہارے ولی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس کے قلب میں کس قدر ہمّت اور قوّت ہو گی؟ کہاں دنیا کے حکّام کہ سراپا عاجز اور محتاج، ضعیف، فانی کہاں وہ قادر مطلق و خالق اور سارے جہان کا پالنے والا۔

چراغِ مردہ کجاؤ شمع آفتاب کجا
ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا

کہاں ٹمٹماتا ہوا چراغ اور کہاں روشن آفتاب غور تو کرو کہ دونوں میں کس قدر فرق ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور افسران کی دوستی میں اس قدر اثر ہے۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

خاک آمیز گھونٹ جب مجنوں بنادیتا ہے تو اگر صاف ہو گا نہ معلوم کیا کچھ اثر دکھائے گا۔ مقربِ بادشاہ اور عام رعیت میں ظاہری اور صوری کوئی امتیازی فرق نہیں ہوتا وہی آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤں جو عام رعایا کے ہیں وہی اس مقرب بادشاہ کے پاس بھی ہیں مگر اس کے سینے میں جو قلب ہے اس میں ایک احساس اور یقین کی قوّت ہے کہ بادشاہ ہمارے ساتھ ہے اس لیے اس کی

۴۳؎ حٰمٓ السجدۃ:۳۱

ہمّت اور حوصلے کو عام انسان نہیں پا سکتے ہیں۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

رو بہے کہ ہست او را شیر پشت
بشکند کلہ پلنگاں را بمشت

مولانا فرماتے ہیں کہ وہ لومڑی جس کو یہ یقین ہو جائے کہ شیر کا ہاتھ میری پشت پر ہے تو وہ چیتے کا کلّہ ایک گھونسہ سے پھاڑ ڈالے گی۔

عارفین کی عالی ہمّتی کا سبب

اسی طرح جب عارفین کو اپنے باطن میں کثرتِ ذکر اور مجاہدہ کے انوار سے ذوقاً اور حالاً معیّتِ حق کا ادراک ہو جاتا ہے تو یہ ہمّت اور حوصلے میں عام انسانوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں گو ظاہر میں نہ ان کے پاس فوج ہوتی ہے نہ خزانہ ہوتا ہے۔ اگر فاقے بھی ہو گئے تب بھی خوش ہیں، راضی ہیں۔ ان کی سمجھ نورانی ہو جاتی ہے نفس کو سمجھا دیتے ہیں کہ میں مریض ہوں اللہ تعالیٰ حکیم ہیں۔ میاں کے شفاخانے کا مریض ہوں جس حال میں رکھیں اسی حال میں ہمارا نفع ہے۔ مگر اس فاقے اور پیوند میں بڑے بڑے سلاطین ان کی ہیبت سے مرعوب ہو جاتے ہیں؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

یہ اللہ کی ہیبت ہے مخلوق کی نہیں ہے۔ اس گدڑی پوش کی یہ ہیبت نہیں ہے۔ ان کا حال ان کی باطنی قوّت پر شہادت دیتا ہے کسی نے اس باطنی تعلق کی اس شعر سے خوب شرح کی ہے؎

رخِ زرین من منگر کہ پائے آہنیں دارم
چہ میدانی کہ در باطن چہ شاہے ہمنشیں دارم

میرا زرد چہرہ مت دیکھ کیوں کہ آہنی پیر رکھتا ہوں میں، تجھے کیا پتا کہ اپنے باطن میں کیسا شاہ ہمنشین رکھتا ہوں میں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت مکہ سے نکل کر جس غار میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر تشریف فرما ہوئے اور کفّار بارادہ قتل

ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس غار کے منہ میں جھانکنے لگے اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت خاصہ باوجود مرتبۂ صدیقیت پر فائز ہونے کے اس خوفناک منظر کی تاب نہ لاسکی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب کیا ہوگا؟ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! اندیشہ مت کرو لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا [۴۴] اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ اکبر! اپنے اللہ پر کس قدر یقین اور بھروسہ ہے۔ حق تعالیٰ کی جو معیّت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں تھی وہ اُمّتی کو کہاں مل سکتی ہے کوئی اُمّتی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی تاب نہیں لاسکتا ہے اگرچہ صدیقیت ولایت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اور صدیق کی معیت میں بڑا فرق ہوتا ہے، صدیقین کی معیّت کا جو سب سے انتہائی مقام ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی معیّت کے ابتدائی مقام کے برابر بھی نہیں ہوسکتا ہے۔

تعلق مع اللہ کی دولت سلطنت ہفت اقلیم سے بہتر ہے

اللہ تعالیٰ کی معیت پاک میں بڑی قوت ہوتی ہے ہر وقت ہر حال میں اپنے اللہ پر نظر رہتی ہے اس دولت کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت ہیچ ہے۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنج مراد آبادی کی مجلس میں ایک مولوی صاحب جو نواب رام پور کے مقرّب تھے حاضر ہوئے، شاہ صاحب علوم اور معارف بیان فرمانے میں مشغول تھے۔ ذرا موقع دیکھ کر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! نواب صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ اگر شاہ صاحب کو آپ ہمارے یہاں لائیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ نذر پیش کریں گے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اجی لاکھ روپیہ پر ڈالو خاک اور ہماری بات سُنو اور پھر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں مشغول ہوگئے۔ جب حضرت فارغ ہوئے تو مولوی صاحب سے فرمایا: اجی سُنو ؎

جو دل پہ ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

سبحان اللہ! اللہ والوں کو کس قدر استغنا ہوتا ہے۔ اللہ کی عظمت کے سامنے سارا جہان ہیچ نظر آنے لگتا ہے۔

۴۴؎ التوبۃ:۴۰

چو سلطانِ عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

جب حق تعالیٰ کی جلالت و عظمت شان کا ظہور ہوتا ہے تو ان کی کبریائی کے سامنے یہ جہان اپنا سر گریبانِ عدم میں ڈال دیتا ہے۔

حضرات اصحاب کہف کے کارناموں میں معیّت الٰہیہ کا فیض

حضراتِ اصحاب کہف کون تھے؟ ان کا قصہ عجیب ہے۔ یہ غریب اور مزدور طبقے کے چند انسانوں کی ایک جماعت تھی یہ لوگ اسی شہر کے کافر بادشاہ کے ملازم تھے کوئی باورچی تھا، کوئی نان بائی تھا۔ جب ان کو ایمان نصیب ہوا اور حق تعالیٰ کی عظمت ان کے دلوں میں راسخ ہوگئی تو ان کے تعلق مع اللہ کی قوت جوش میں آئی اور بادشاہ سے مناظرہ کے لیے تیار ہوگئے۔ وہ کافر بادشاہ نہایت ظالم تھا جو اس بادشاہ کی پرستش نہ کرتا اس کو سخت عذاب دیتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ [۴۵] ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کردیا تھا جس کے قلب پر میاں کا ہاتھ ہو اس کی ہمت کو کیا پوچھتے ہو؟ بادشاہ کے مقابلے میں مناظرۂ توحید کے لیے آج وہ افراد کھڑے ہوئے ہیں جو کس درجہ مادّی اعتبار سے کمزور اور بے سرو سامان ہیں وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کے سوا ان کے پاس کوئی قوت نہ تھی مگر اس نعمت کے ہوتے ہوئے کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ [۴۶] کیا اللہ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں۔ اگر اللہ سے تعلق ہے تو سب کچھ حاصل ہے اور اگر ان کے تعلق سے قلب محروم ہے تو کچھ بھی حاصل نہیں یہ دنیا کی لذّات تو سب فنا ہونے والی ہیں یہ سب ہنگامے ایک دن ختم ہونے والے ہیں۔

جام تھا ساقی تھا مے تھی اور در میخانہ تھا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

---

[۴۵] الکھف: ۱۴

[۴۶] الزمر: ۳۶

دنیا میں ہر چیز کا عوض اور بدل ہو سکتا ہے مگر تعلق مع اللہ اگر نصیب نہ ہو ا تو اس کا کوئی بدل نہیں ہے اس کو کسی عربی شاعر نے کہا ہے۔

لِکُلِّ شَیْءٍ اِذَا فَارَقْتَہٗ عِوَضٌ
وَلَیْسَ لِلّٰہِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٖ

ترجمہ:۔ ہر شے کے لیے اگر تم اس سے جدا ہو جاؤ تو اس کا عوض موجود ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے اگر جدا ہوئے تو اس ذات پاک کا کوئی بدل نہیں ہے۔اس رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ نے اصحابِ کہف کے اندر ہمّت اور قوّت کی ایسی روح پھونک دی کہ کچھ نہ پوچھیے۔ اللہ اکبر! ایک نان بائی اور باورچی کی حیثیت ہی کیا ہوتی ہے پھر جو زندگی بھر جس بادشاہ کے نوکر بھی رہے ہوں آج یہ اسی ظالم اور کافر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہیں، کس لیے کھڑے ہوئے ہیں؟ اپنے اللہ کی وحدانیت بیان کریں گے۔ توحید کے دلائل پیش کریں گے۔ کفر کا باطل ہونا ثابت کریں گے، سبحان اللہ! یہ ہے وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کی قوت اپنے اللہ کے لیے اپنی جانوں کو قربان کر رہے ہیں اور عشقِ حقیقی کی یہی شان ہوتی ہے۔

حسن جب مقتل کی جانب تیغ بُرّاں لے چلا
عشق اپنے مُجرموں کو پابجَولاں لے چلا

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِہٖۤ اِلٰـھًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾[۲۷]

اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور وہ اصحابِ کہف چند نوجوان تھے جو اپنے ربّ پر (موافق تعلیم دین عیسوی) ایمان لائے تھے اور ہم نے (ایمان لانے کے بعد) ان کی ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی (کہ ان کو ثبات وصَبْرو توَکُّل وَزُھد فِی الدُّنْیَا کی صفتیں بھی عنایت کی تھیں) اور (اس زیادت ہدایت میں سے یہ تھا کہ) ہم نے اُن کے دل (صبر و ثبات سے) مضبوط کر دیے تھے

---

[۲۷] الکھف:۱۳-۱۴

جبکہ وہ) دین میں پختہ ہو کر (آپس میں یا بادشاہ اور لوگوں کے روبرو) کہنے لگے کہ ہمارا ربّ تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا ربّ ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے کیوں کہ (اگر خدانخواستہ ہم نے ایسا کہا تو) اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بے جابات کہی (عبادت الٰہیہ پر بے جابات کہنے کو اس لیے مرتب کیا کہ عبادت میں لا محالہ اعتراف ان کی معبودیت کا یا خود ان کے سامنے کلمات تضرع و افتقار زبان سے بھی صادر ہوتے ہیں)۔ (بیان القرآن)

سارے کمالاتِ نبوت ورسالت اور ولایت حق تعالیٰ کی معیّت خاصّہ ہی کے برکات ہوتے ہیں

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی اور رسول دنیا میں ہدایت کے لیے تشریف لائے ان کے تمام تبلیغی کارنامے، نبوت اور رسالت کا سارا کاروبار، اعلانِ توحید، کفر اور شرک کی مذمّت اور اس کا ابطال، اُمّت کی مخالفت اور ایذا رسانیوں پر صبر جمیل، دشمنوں کے ساتھ حلم اور خوش خلقی یہ سب معیت الٰہیہ ہی کے ثمرات ہوتے ہیں۔ ہر نبی اور رسول کی پوری زندگی حق تعالیٰ کی معیتِ پاک کی شرح ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام کے بعد حضراتِ صحابہ و صدیقین اور تمام اولیائے امّت کے اپنے اپنے زمانوں میں تبلیغی کارنامے، ان کی اولوالعزمی، استقامت، ان کا صبر و تحمل سب اسی معیتِ حق ہی کا فیض ہوتا ہے پس یوں سمجھنا چاہیے کہ سارے کمالاتِ نبوت ورسالت اور تمام کمالاتِ ولایت حق تعالیٰ کی معیتِ خاصّہ ہی کے برکات اور آثار ہوتے ہیں کیوں کہ مادّی بے سروسامانی کی حالت میں بدون فوج اور اسلحہ ایسی عالی ہمتی اور اولوالعزمی بدون معیّتِ خاصہ الٰہیہ کے ناممکن ہے۔ میاں ہی کے تعلق میں یہ قوّت ہے کہ بے سروسامان تنہا شخصیت باسروسامان جمعیت کے مقابلے میں استقامت کا پہاڑ ہوتی ہے ان کے قلوب پر **وَرَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ** ہی کا پَرتَو ہوتا ہے جو اُن کو مخلوق کی اکثریت سے بے خوف کر دیتا ہے۔

رُخِ زرّینِ من منگرد کہ پائے آہنی دارم
چہ میدانی کہ در طن چہ شاہے ہمنشیں دارم

اے مخاطب! میرے زرد چہرے کو مت دیکھ کہ میں آہنی پیر رکھتا ہوں تجھے کیا معلوم کہ میں اپنے باطن میں کیسے شہنشاہ کو ہمنشین رکھتا ہوں۔ اس رَبَطْنَا میں جو رَبطْ ہے اس کے انوار کا ادراک عقل نہیں کر سکتی ہے ؎

اِتّصالے بے تکیفُ بے قیاس
ہست رَبُّ الناس را باجانِ ناس

(عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ)

حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ ایک خاص قرب اور تعلق ہوتا ہے قیاس اور عقل اُس قُرب اور تعلق کی کیفیت کو سمجھنے سے عاجز اور قاصر ہیں۔ اس رَبَطْنَا کا رَبْط دوسرے عالم کی چیز ہے جس کو حق تعالیٰ اس نعمت عظمیٰ سے نوازتے ہیں وہی اس نعمت کی قدر جانتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تعلق مع اللہ کے بغیر دنیا میں جینے کا کچھ بھی لطف نہیں۔ اس تعلق کی بڑی نگرانی کرنی پڑتی ہے، نافرمانیوں سے اور لغو باتوں سے اس تعلق میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے جس کا تدارک استغفار اور توبہ و گریہ و زاری سے ہوتا ہے۔ اس تعلق میں جس قدر قوت ہوتی جاتی ہے اسی قدر بندہ گناہوں سے محفوظ ہوتا جاتا ہے کیوں کہ جب گناہوں کا تقاضا ہو گا تو فوراً دل میں رکاوٹ اور تنبیہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں بس گناہ کرنے کی ہمت نہ ہو گی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی اس معیت کو دوسری جگہ اس عنوان سے ارشاد فرمایا ہے۔

مَا یَکُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ہُوَ رَابِعُہُمۡ وَ لَا خَمۡسَۃٍ اِلَّا ہُوَ سَادِسُہُمۡ وَ لَاۤ اَدۡنٰی مِنۡ ذٰلِکَ وَ لَاۤ اَکۡثَرَ اِلَّا ہُوَ مَعَہُمۡ اَیۡنَ مَا کَانُوۡا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ [۴۸]

کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ یعنی اللہ نہ ہو اور نہ پانچ کی سرگوشی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس عدد سے کم میں ہوتی ہے جیسے دو چار آدمیوں میں اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ہر حالت میں اُن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں

۴۸؎ المجادلۃ:۷

بھی ہوں۔ پھر ان سب کو قیامت کے روز ان کے کیے ہوئے کام بتلا دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔(ان آیات میں گناہوں سے محفوظ رہنے کے لیے نہایت مفید مراقبے کی تعلیم ہے۔)

ہمارے دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرمودہ مُراقبہ

ہمارے دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ضیاء القلوب''میں آیت اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی[۴۹] کا مراقبہ تعلیم فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ مراقبہ رسوخِ نسبت اور حصولِ معیّتِ خاصّہ کے لیے بہت ہی مفید ہے اگر ہر روز کم از کم ۲۵ منٹ اپنے معمولات سے فارغ ہو کر اس مراقبہ کو کر لیا جاوے تو بہت جلد حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت خاصّہ پیدا ہو جاتی ہے۔

مراقبۂ مذکورہ کا طریقہ

مراقبۂ مذکورہ کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً ۲۵ منٹ تک یہ دھیان جمائے رہے کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں اور میں اپنے اللہ کے سامنے بیٹھا ہوں اگر وساوس کا ہجوم ہونے لگے تو گھبراوے نہیں ہمت سے کام میں لگا رہے اور بار بار اُسی دھیان کو تازہ کرتا رہے اور جب حق تعالیٰ کے ساتھ یہ رابطہ مضبوط ہو جاتا ہے تو نفس اور شیطان کے شر سے بندہ محفوظ رہتا ہے۔ کثرتِ ذکر اور کثرتِ نوافل سے اس ربط میں بڑی قوّت پہنچتی ہے۔

ایک حدیث قدسی کی چھ عنوان سے عجیب الہامی شرح

حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

---

[۴۹] العلق:۱۴

لَایَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰٓی اُحِبَّهٗ فَاِذَآ اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یَبْصُرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا...الخ[۵۰]

یہ حدیث قدسی ہے۔ حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہو اور اس کے راوی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس حدیث کی شرح بہت نازک ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے میرے قلب پر اس حدیث کی شرح متعدد عنوانات سے القاء فرمائی ہے جو اہل علم کے لیے بڑے کام کی چیز ہے۔

ترجمہ: حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ برابر عبادات نافلہ کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔ پھر جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو اُس کی شُنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے۔ اور میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا دست و پا ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور جس سے وہ چلتا ہے۔

اب اس کی شرح ضروری ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک جسم اور مادّیات سے پاک ہے تو وہ کس طرح بندوں کے ہاتھ پاؤں آنکھ کان ہو جاتے ہیں۔ یہ بہت نازک مقام ہے اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ مجھ پر اس کی شرح بہت آسان فرمادی ہے۔

۱) شرح بعنوان اوّل

حق تعالیٰ نے ہر غذا اور ہر دوا میں کچھ خواص و آثار رکھے ہیں جیسی غذائیں اور دوائیں انسان استعمال کرتا ہے اُن کے آثار و خواص اپنے تمام اعضاء میں محسوس کرتا ہے۔ مغزِ بادام، مکھن، گھی، دودھ اور جواہرات کے مرکبات مثلِ خمیرہ مروارید اور یاقوتی وغیرہ وغیرہ جسم کے اندر پہنچ کر جسم کے ہر رگ و ریشے میں نمایاں ہو جاتے ہیں جس سے دل اور دماغ کی قوتوں میں نیز آنکھوں کی روشنی میں فوراً نفع محسوس ہوتا ہے اب یہ مقوی غذائیں اور مقوی دوائیں بزبان حال اپنے خواص اور اثرات کے اعتبار سے کہہ سکتی ہیں کہ میں اس آدمی کے آنکھ کی

[۵۰] صحیح البخاری: ۲/۹۶۳ (۶۵۴۱)، باب التواضع، المکتبۃ المظہریۃ

روشنی ہوں اور اس کے کان کی شنوائی ہوں اور اس کا جوہرِ دماغ ہوں جب مادّیاتِ کثیفہ میں اتنا اثر حق تعالیٰ نے رکھا ہے تو ذکر و تلاوت اور نوافل کے انوار کا کیسا کچھ اثر ہو گا؟

جُرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

جب خاک آمیز اور تلچھٹ ہی کا گھونٹ مجنوں کیے دے رہا ہے تو اگر صاف ہو گا تو نہ معلوم کیا کچھ بنا کر رہے گا۔

یہ روحانی غذائیں یعنی انوارِ ذکر و تلاوت اور نوافل روح اور بدن میں اپنا اثر کرتے ہیں اور بوجہ لطافت اور روحانیت مادّی غذاؤں سے ان کا اثر زیادہ قوی ہوتا ہے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ[۵۱] خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہی کی یاد سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کی کیفیت اور اس کا اثر قلب تک ضرور پہنچتا ہے جس کا اثر دل میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دل کو اطمینان اور چین ملتا ہے جس طرح بھوک کی شدت میں آدمی جب بے چین ہوتا ہے تو غذا معدہ میں پہنچ کر اس کی بھوک کی بے چینی کو سکون و اطمینان سے بدل دیتی ہے اور اگر غذا نہ ملے تو متعدّد فاقوں کے بعد تمام اعضا کمزور ہو جاتے ہیں، آنکھوں سے دکھائی کم دیتا ہے، کانوں کی شنوائی میں فرق آجاتا ہے۔ دماغ کی قوتِ فکریہ معطل ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں جب غذا معدہ میں داخل ہوتی ہے تو وہ خون بن کر اوّلاً قلب میں پھر قلب سے تمام بدن میں رگوں کے ذریعہ اپنا اثر ظاہر کر دیتی۔ ہے اب آنکھوں کی روشنی بڑھ گئی، دماغ کے افعال صحیح ہونے لگے، تمام جسم کا ضعف طاقت سے بدل گیا، اسی طرح قلب جس طرح روحِ حیوانی کا مرکز ہے، روحِ ملکوتی کا بھی مرکز ہے جس کو صوفیا لطیفۂ قلب سے تعبیر کرتے ہیں تلاوت، ذکر و نوافل کے انوار اوّلاً دل میں پہنچتے ہیں جس سے دل میں چین اور اطمینان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ کیوں کہ دل بھوکا تھا ذکر الٰہی کا، دل کی اصل غذا ذکر اللہ ہے، دل کو حقیقی چین اور سکون اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے نصیب ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے سلاطین باوجود تخت و تاج اور سلطنت کے پریشان اور

۵۱؎ الرعد:۲۸

بے چین رہتے ہیں اور ایک بوریا نشین اللہ والے کا دل چین اور سکون میں ہوتا ہے۔ جس قدر ذکر کامل ہوگا اُسی قدر اطمینانِ کامل میسر ہوگا۔

پس از سی سال ایں معنیٰ مُحقّق شد بخاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملکِ سُلَیمانی

تیس برس کے بعد (یعنی تیس برس کی عمر میں یا راہ سلوک میں قدم رکھنے کے تیس برس بعد) خاقانی کو یہ مفہوم محقق ہوا کہ ایک سانس بھر بھی خدا کی معیّت اگر نصیب ہوجاوے تو ملک سلیمانی سے کہیں بڑھ کر اور بہتر ہے۔

پھر قلب سے یہ انوارِ ذکر سارے بدن میں پھیل پڑتے ہیں خون کے ساتھ جس طرح مادّی غذاؤں سے تیار شدہ روحِ حیوانی تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اس سے بڑھ کر یہ ذکر اور نوافل کے انوار جو روحِ ملکوتی پیدا کرتے ہیں اولاً قلب میں پھر قلب سے خون کے ساتھ ساتھ اعضاء میں بوجہ لطافت پھیل جاتے ہیں اور تمام اعضاء کو نورانی بنادیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ[۵۲] یعنی جسم بنی آدم کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جس کا نام دل ہے جس کے نورانی ہوجانے سے سارے اعضا نورانی ہوجاتے ہیں اور جس کے ظلمانی ہوجانے سے سارے اعضا ظلمانی ہوجاتے ہیں اور وہ ٹکڑا قلب ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صورت اولیٰ میں اعمال نورانی یعنی مرضی الٰہی کے مطابق افعال صادر ہوتے رہتے ہیں اور صورت ثانیہ میں ظلمانی یعنی مرضی حق کے خلاف صادر ہوتے رہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ[۵۳] مؤمن کی فراست سے ڈرتے رہو کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن کا قلب انوار کا خزانہ ہوتا ہے اسی خزانے سے تمام اعضا سیر اب ہوتے ہیں اس تقریر کی تائید ذیل کی حدیث میں موجود ہے۔ سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے

۵۲؎ صحیح البخاری:۱/۱۳(۵۲)، باب فضل من استبرأ لدینہ، المکتبۃ المظہریۃ

۵۳؎ جامع الترمذی:۲/۱۴۴، سورۃ الحجر من ابواب التفسیر، ایچ ایم سعید

ہیں کہ اے اللہ! میرے دل میں نور عطا فرما دیجیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعطاء نور میں قلب کو مقدم فرمایا۔ پھر فرماتے ہیں اور میری بینائی میں نور اور میری شنوائی میں نور اور میری داہنی طرف نور اور میری بائیں طرف نور اور میرے پیچھے اور سامنے نور اور میرے لیے ایک خاص نور عطا فرما دیجیے اور میرے پٹھوں میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور اور میری زبان میں نور اور میری جان میں نور عطا فرما دیجیے اور مجھ کو نور عظیم عطا فرما دیجیے اور مجھ کو سراپا نور فرما دیجیے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّفِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا...الخ[۵۴]

چوں کہ اس مُقرّب اور مقبول بندے کے تمام اعضا کے یہ انوار حق تعالیٰ ہی کے نور پاک کے پَرتو ہیں اس لیے اس خصوصی قرب اور تعلق کی بنا پر ان اعضا کو جو ان انوار الٰہیہ کے حامل ہیں بندوں کی حوصلہ افزائی اور ان کا جی خوش کرنے کے لیے اس خاص تعبیر سے مشرف فرمادیا کہ میں ان کی بینائی ہو جاتا ہوں، میں ان کی شنوائی ہو جاتا ہوں، میں ان کا ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں۔ کیوں کہ یہ اعضا انہیں انوار کی روشنی میں اپنے افعال انجام دینے لگتے ہیں، پس یہ تعبیر حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ایک انعام عظیم ہے اسی مقام کی طرف حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

دو مگوؤ دو مخواں و دو مداں
خواجہ را در خواجۂ خود محوداں
خواجہ ہم در نور خواجہ آفریں
فانی است و مردۂ و مات ودفیں

(عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ)

۵۴؎ صحیح مسلم: ۱/۲٦۰، باب صلٰوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعائہ باللیل، ایچ ایم سعید

از کلید مثنوی دفتر ششم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دو مت کہہ، دو مت پڑھ، دو مت جان، بلکہ غلام (مبتدی) کو اپنے آقا یعنی مرشد کامل میں محو جان کہ اوّلاً تخلق باخلاق الشیخ ہوتا ہے اور پھر یہ سمجھ کہ یہ خواجہ یعنی مرشد کامل بھی خالقِ خواجہ یعنی اپنے خالق کے نور اور تجلّی میں فانی ہے اور میّت ہے اور مدفون ہے۔ اس میں تاکید ہے کہ تخلیق بِاَخلاق الشیخ کے بعد تخلق باخلاق اللہ کا مقام نصیب ہو جاتا ہے اور تخلق باخلاقِ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تخلّق باخلاق اللہ ہی کے مفہوم میں آگیا۔ معیت الٰہیہ کے اس رفیع مقام پر پہنچ کر بعض بندے مغلوب ہوگئے اور اس مغلوبیت میں کچھ بول گئے، مثلاً حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ اَنَا الۡحَقُّ کہہ اُٹھے یہ غلبۂ حال تھا جس کی وجہ سے وہ معذور تھے، اسی طرح ایک بزرگ سُبۡحَانِیۡ مَا اَعۡظَمَ شَانِیۡ کہہ اُٹھے، جس کا ترجمہ ہے کہ میں پاک ہوں میری شان بڑی ہے۔ ان بزرگوں کے اس قسم کے کلمات سے بدگمان نہ ہونا چاہیے۔ یہ مغلوبین مثل اطفال کے معذور ہوتے ہیں، چھوٹا بچہ باپ کو کبھی کچھ کہہ دیتا ہے تو باپ کو اس کا یہ کلمہ ناگوار نہیں ہوتا۔ یہ حضرات ان کلمات کے ناقل تھے قائل نہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب آگ لینے کے لیے وادی مقدس طویٰ میں تشریف لے گئے تو وہ آگ نہ تھی انوار الٰہیہ کی تجلی تھی ایک درخت سے آواز آئی اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ ۚ اِنَّكَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى[۵۵] اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں پس اپنی جوتیاں اُتار ڈالیے تحقیق کہ آپ وادی مقدس طویٰ میں ہیں۔ یہ آواز درخت کی آواز نہ تھی درخت تو محض ناقل تھا بولنے والا کوئی اور تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ جہاں سے چاہیں کلام فرمائیں، مالک اپنے ملک کا مختار ہے جب درخت سے بول سکتے ہیں تو اپنے مخصوص بندوں کی زبان سے بھی بول سکتے ہیں، اس وقت میں بندہ فنائے تام کی وجہ سے کالعدم ہوتا ہے، بولنے والا اللہ ہوتا ہے چناں چہ اُن بزرگ کے مریدین نے جب ان کا قول نقل کیا کہ حضرت! آپ اپنے متعلق فرما رہے تھے کہ میں پاک ہوں میری شان بڑی ہے۔ تو فرمایا کہ یہ کلمہ کفر کا ہے اب اگر میری زبان سے نکلے تو مجھے قتل کر دینا۔ پس غلبۂ حال میں پھر سُبۡحَانِیۡ مَاۤ اَعۡظَمَ شَاۡنِیۡ کا نکلنا تھا کہ بعض مریدین نے تلوار سے حملہ کیا جو مرید شیخ کے جس عضو پر تلوار مارتا

۵۵؎ طٰہٰ:۱۲

اُلٹ کر مرید کے اُسی عضو پر زخم ہو جاتا اور وہ بزرگ بالکل صحیح و سالم زخم سے محفوظ رہے، جب شیخ کو ہوش ہوا تو دریافت فرمایا کہ یہ تمہارے جسم زخمی کیوں ہوگئے؟ ان لوگوں نے سب قصّہ بیان کیا تب شیخ نے فرمایا کہ اب تو یقین آگیا ہوگا کہ میں اس وقت ناقل ہوتا ہوں قائل نہیں ہوتا ہوں۔ اس وقت میرا وجود کالعدم ہوتا ہے۔ جب ہوش باقی نہ رہے تو بندہ معذور ہوتا ہے۔ مگر یہ حالت یعنی مغلوب الحال ہونا کمال نہیں ہے کاملین وہ ہیں جو ان احوال پر غالب رہتے ہیں اس مقام قرب پر جب بندہ پہنچتا ہے تو اس کے ہر ہر جوڑ پر انوار کا ایک خاص تسلط ہوتا ہے اور ہر عضو پر حق تعالیٰ کی ایک خاص توجہ رہتی ہے کہ کثرتِ ذکر کی برکت سے ذاکر اور مذکور میں ایک رابطہ پیدا ہو جاتا ہے جس کے ذریعہ مذکور کے انوار ذاکر میں چلے آتے ہیں۔ جس طرح مضاف اور مضاف الیہ دونوں اگرچہ دو الگ الگ حقیقت ہیں لیکن درمیان میں اضافت کا جب واسطہ قائم ہو جاتا ہے تو دونوں میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک خاص ربط اور تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ ذاکر میں بھی ذکر کے حروف موجود ہیں اور مذکور میں بھی ذکر کے حروف موجود ہیں۔ ذکر دونوں کے درمیان ایک رابطہ قائم کر دیتا ہے جس کے ذریعہ مذکور کی طرف سے نفحاتِ کرم اور انوار و فیوضِ غیبیہ ذاکر میں پہنچتے رہتے ہیں۔ اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْٓ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَھَآ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّنْھَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَھَآ اَبَدًا[56] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے ایّام عمر میں تمہارے پروردگار کے فیوض وارد ہوتے ہیں، ہاں: سُن لو! تم لوگ ان فیوض کے لیے آمادہ رہا کرو شاید تم کو ان فیوض میں سے کوئی فیض پہنچ جائے جس کے بعد پھر کبھی تم شقی نہ ہو، کسی نے خوب کہا ہے ؎

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نہ باشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی اُس شہنشاہ حقیقی سے تجھ کو غافل نہ رہنا چاہیے شاید کہ کوئی نگاہِ کرم تجھ پر میاں کی پڑے اور تو غفلت کی نیند میں ہونے کے سبب سے آگاہ نہ ہوسکے۔

ان انعامات قُرْب بَیْنَ الْعَبْدِ وَالْمَعْبُوْدِ کو اس حدیث پاک میں اس مخصوص

---

[56] کنز العمال: ۷/۶۹، (۲۱۳۲۴)، باب صلٰوۃ النوافل والفصل فی الترغیب فیھا، مؤسسۃ الرسالۃ

عنوان سے حق تعالیٰ نے اپنی خاص عطا اور شان رحمت سے تعبیر فرمادیا ہے اس تعبیر میں حق تعالیٰ کی عجیب بندہ نوازی ہے جس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا ورنہ کہاں وہ ذات قدیم خالق اور مالک کہاں بندہ حادث مخلوق اور مملوک۔ غلام کو ایسا شرف بخشا ان کی بہت بڑی عطا ہے اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

من نیم جنس شہنشہ دو را زو
لیک دارم در تجلی نو را زو

میں جنسِ شہنشاہ سے ہرگز نہیں ہوں بلکہ باعتبار جنسیت کے اس سے کہیں دور ہوں کیوں کہ میں حادث ہوں اور وہ ذات قدیم ہے لیکن اُن کے کرم سے اپنے باطن میں اُن کا نور رکھتا ہوں ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست رَبّ الناس را با جان ناس

اس قرب کی نہ کیفیت بیان کرسکتے ہیں اور نہ اندازہ لگاسکتے ہیں جو قُرب اور تعلق کہ حق تعالیٰ کو اپنے سچے غلاموں کے ساتھ ہے۔

۲) شرح حدیث مذکور بعنوان ثانی

جب فرائض کے علاوہ بندہ طاعاتِ نافلہ کی کثرت کرتا ہے تو اس کو حق تعالیٰ سے ایک خصوصی تعلق ہوجاتا ہے اور اور دنیا میں اس کا نمونہ موجود ہے کیوں کہ عالم شہادت عالم غیب کا نمونہ بنایا گیا ہے دنیا میں جو غلام اپنے فرائض منصبی سے زیادہ کام کرتا ہے وہ غلام مالک کا مُقرّب بن جاتا ہے۔ اسی طرح جو بندہ اپنے معبود حقیقی تعالیٰ شانہٗ کے مقرر کردہ فرائض منصبی سے زیادہ عبادات نافلہ میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اللہ کا مُقرّب اور محبوب ہوجاتا ہے اور انعام کے طور پر حق تعالیٰ نے اسی قُرب اور محبوبیت کو اس مخصوص عنوان سے تعبیر فرمادیا ہے جو بندوں کے لیے نعمتِ عظمیٰ ہے۔ ایک نظیر مجھ پر خود بیتی ہوئی ہے۔ ہمارے حضرتِ والا مرشدِ پاک رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اعظم گڑھ موضع علی پور تشریف لائے ایک بڑے میاں موضع آنوک ضلع اعظم گڑھ کے مجھ سے بیعت تھے نام شیخ امام علی تھا۔ یہ بڑے میاں حضرتِ والا کی

خبر سُن کر حاضر ہوئے اور حضرت سے درخواست کی کہ آپ بھی مجھے بیعت فرمالیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میں ان سے (یعنی حضرت والا پھولپوری سے) بیعت ہوں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی! ان کا ہاتھ (یعنی حضرت والا پھولپوری کا) میرا ہی ہاتھ ہے۔ یہ تعبیرات ہیں۔

میرے لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا بڑی نعمت ہے قرآن کریم میں حق سبحانہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ [۵۷] جو لوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کررہے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے یہ ایک مخصوص نوع تعبیر ہے جو جلالتِ شانِ رسالت اور عظمت و حرمت معاہدہ مذکورہ پر دلالت کرتی ہے۔

۳) شرح حدیث مذکور بعنوان ثالث

دنیا میں یہ نظیر بھی موجود ہے کہ والدین اپنی اولاد کو نور چشم سے تعبیر کرتے ہیں حالاں کہ ماں باپ کے اور اولاد کے اجسام الگ الگ ہیں اس حقیقت کا پتا اُس وقت چلتا ہے جب اولاد کا انتقال ہوجاتا ہے قدرِ نعمت بعد از زوالِ نعمت ہوتی ہے، جانے والی چیز آنے والی چیز کا پتا دیتی ہے۔ اولاد کی جدائی میں ماں باپ کی آنکھوں کی روشنی گھٹ جاتی ہے اور بعض حالات میں غلبہ حُزن اور غم سے بالکل آنکھیں بے نور ہوجاتی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی جُدائی میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ وَ ابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰہُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَہُوَ کَظِیۡمٌ [۵۸] اور حضرتِ یعقوب علیہ السلام کہنے لگے اے یوسف! افسوس اور غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ گھٹا کرتے تھے۔ والدین کا اولاد کو نور چشم کہنا اور لختِ جگر کہنا بالکل صحیح ہے۔

لختِ جگر پر ایک واقعہ یاد آیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصہ بیان فرمایا تھا کہ ایک بزرگ صاحبِ نسبت تھے ان کے سات بیٹے تھے اور سب حافظ قرآن تھے رمضان شریف میں

۵۷؎ الفتح: ۱۰

۵۸؎ یوسف: ۸۴

ایک بیٹا امام ہوتا اور چھ بیٹے اور باپ کی ایک صف پیچھے اقتدا کرتی اس منظر سے باپ کا دل باغ باغ ہو جاتا۔ قضائے الٰہی سے ایک وباء ایسی آئی کہ ایک ہی دن میں سب بیٹوں کا انتقال ہو گیا۔ جب ساتوں بیٹوں کے جنازے سامنے رکھے گئے تو مخلوق کی نظر باپ کی طرف ہوئی کہ آج بڑے میاں کا نہ معلوم کیا حال ہو گا۔ یہ بڑے درجے کے صاحبِ نسبت بزرگ تھے ان پر صبر کا حال غالب ہو گیا۔ اور اس غلبۂ حال کی وجہ سے اس قدر ضبط کیا کہ آنکھوں سے آنسو بھی نہ گر سکے۔ حاضرین میں کچھ اہل ظاہر بے تمیز تھے، آپس میں کہنے لگے کہ بڑا سخت دل باپ ہے کہ ایک قطرہ آنسو بھی نہ گرا۔ ان بزرگ کے کانوں تک یہ گفتگو اور چہ میگوئیاں پہنچیں تو ایک دفعہ چیخ ماری اور آہ کی۔ آہ کا نکلنا تھا کہ کلیجہ جو اندر ہی اندر شدتِ ضبطِ غم سے خون ہو چکا تھا باہر آ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا لختِ جگر ہونا بھی ایک صحیح حقیقت ہے۔ بظاہر باپ کا جسم الگ ہے۔ بیٹے کا جسم الگ ہے مگر بیٹا باپ کی آنکھوں کی روشنی ہے، اس کا لختِ جگر ہے اس خصوصی محبت اور شدّتِ تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے مختلف تعبیرات اور عنوانات اختیار کیے جاتے ہیں اسی طرح ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ عبادات نافلہ کی برکت سے جب بندوں کو حق تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتے ہیں تو اس خصوصی محبت کو ظاہر کرنے کے لیے اور بندوں کا جی خوش کرنے کے لیے اس خاص عنوان اور تعبیر سے بندوں کو مشرف فرما دیتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حادث اور قدیم بندہ اور معبود دونوں میں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ وَتَعَالَى اللّٰهُ عُلُوًّا كَبِيْرًا عدم مغایرت یعنی اتحاد ذاتی پیدا ہو گیا یہ تعبیر تو بطور انعام اور اکرام کے ہے۔ جس میں غایۂ قُرب کے اظہار سے میاں نے بندہ کو خوش فرما دیا ورنہ تو بندہ حادث ہے اور ذات باری عزاسمہٗ قدیم ہے کہاں حادث اور کہاں وہ ذات پاک قدیم۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

۴) شرح حدیث مذکور بعنوان رابع

آفتاب کی روشنی جب جسم کے تمام اعضاء کو گرم کر دے تو آفتاب زبان حال سے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اس کی آنکھ ہوں اس کا کان ہوں اس کا تمام جسم ہوں۔ آفتاب کا اپنی حرارت کو اس عنوان سے تعبیر کرنا اپنے اثر کو بیان کرنا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ کا اس

عنوان سے فرمانا عبادات نافلہ کے آثار و انوار کو بیان فرمانا ہے یعنی اس بندے کی بینائی اور شنوائی میں اور ہاتھ پاؤں میں اللہ تعالیٰ کے انوار اثر کر جاتے ہیں۔

کذا قال العارف الرومی رحمۃ اللہ علیہ۔

نورِ او در یمن و یسر و تحت و فوق
بر سر و بر گردنم مانندِ طوق

حق تعالیٰ کا نور میرے داہنے بائیں اور نیچے اوپر سر اور گردن میں مانند طوق کے ہے ہر طرف سے مجھے انوار محیط ہیں۔

۵) شرح حدیث مذکور بعنوان خامس

کثرتِ ذکر اور طاعتِ نافلہ سے جب بندہ حق تعالیٰ کا مخصوص اور مُقرّب بندہ ہو جاتا ہے تو اس کے اعضاء کو اپنی طرف منسوب کرنے میں ایک تعبیر ہے اس مفہوم کی کہ اس بندے کے سارے اعضاء میری مرضی کے مطابق چلتے ہیں، میری مرضی کے مطابق دیکھتا ہے، میری مرضی کے مطابق سنتا ہے، جدھر چلاتے ہیں اسی طرف چلتا ہے اور بندہ بزبان حال کہہ اُٹھتا ہے کہ۔

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میری گردن میں دوست محبت کی رسّی ڈال کر جہاں وہ لے جانا چاہتا ہے لیے جا رہا ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! مزاج کیسا ہے؟ فرمایا کہ ایسے شخص کے مزاج کو کیا پوچھتے ہو جس کے دل کی مرضی کے مطابق جہاں میں سارا کام ہو رہا ہے۔ اس جواب سے مخاطب کو تعجب ہوا تو اس معمہ کی شرح فرمائی کہ بھائی! بات یہ ہے کہ میں اپنے تمام ارادوں کو اور خواہشات کو مرضیاتِ الٰہیہ کے تابع کر چکا ہوں۔ بس میاں جس بات سے خوش ہیں میں بھی خوش ہوں اور نظامِ عالم ان ہی کے تصرّفات سے چل رہا ہے۔ پس کائنات کے جملہ تصرّفات سے میں خوش ہوں کہ ہر تصرف میں حق تعالیٰ شانہ کی کوئی حکمت ہوتی ہے اسی

طرح جب محبوب اور مقبول بندے کے سارے کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہونے لگتے ہیں اور اپنے تمام ارادوں کو اللہ تعالیٰ کے ارادوں میں فناء تام کرکے مثل مردہ بدست زندہ ہوجاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے اعضاء کو اس فناء تام کی برکت سے مجازاً اپنی طرف منسوب فرمالیتے ہیں اور اس بندہ مقبول کے ان اعضا کو جن سے مرضی الٰہی کے مطابق افعال صادر ہوتے ہیں ان کو اپنی طرف مجازاً منسوب فرمالینا من جملہ اَجَلّ احسانات اور انعاماتِ الٰہیہ کے ہے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی فناء تام کے متعلق فرماتے ہیں۔

چوں انائے بندہ لاشد از وجود
پس چہ باشد تو بیندیش اے جحود

جب بندہ کی طرف سے انانیت فنا ہوگئی تو اے منکر غور کر کہ اس فنائیت تامہ کے بعد پھر اب اس کی ہستی میں کیا آثار ہستی اور صفات ہستی کے باقی رہے؟

چوں بمردم از حواسِ بو البشر
حق مرا شد سمع و ادراک و بصر

جب میرے حواس انسانیہ مرضیاتِ الٰہیہ کے تابع ہوکر فنا ہوگئے تو اب حق تعالیٰ میرے کان اور آنکھ اور ادراک ہوگئے یعنی اب میرے تمام اعضاء سے وہی افعال صادر ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔

چوں پَری غالب شود بر آدمی
گم شود از مرد وصفِ آدمی

جب پری یعنی جن کسی انسان پر غالب ہوجاتا ہے تو اس انسان کے اوصافِ انسانیہ اتنی دیر کے لیے فنا ہوجاتے ہیں۔

ہر چہ گوید او پَری گفتہ بود
زیں سرے نہ زاں سرے گفتہ بود

اُس وقت میں جو کچھ وہ انسان بولتا ہے وہ از ابتدا تا انتہا جن کی گفتگو ہوتی ہے۔

انسان کی روح پر جب جن مسلّط ہوجاتا ہے تو اس وقت انسان کی زبان سے وہ جن گفتگو

کرتا ہے اور اس کے اعضا سے اس وقت جو حرکت بھی صادر ہوتی ہے وہ جن ہی کے افعال سمجھے جاتے ہیں اس انسان کا ہنسنا، رونا، چیخنا، چلانا سب جن کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ عالمِ غیب کے اُمور سمجھنے کے لیے حق تعالیٰ نے اس عالم شہادت میں تمام نمونے اور نظائر پیدا فرمادیے ہیں۔ لوہا جب بھٹی میں ڈال دیا جاتا ہے تو آگ میں کچھ دیر کے بعد بالکل آگ کی طرح سُرخ ہوجاتا ہے اس وقت میں اس لوہے کے تمام صفات پر ناریت کا پورا تسلّط ہوجاتا ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو تو اس کو چھو کر دیکھ سکتا ہے۔ تل جب گلاب کے پھول کے ساتھ رہ کے اس کے صفات اپنے اندر جذب کرلیتا ہے تو اس کو روغنِ گُل کہا کرتے ہیں پھر اس کو روغنِ کنجد یعنی تل کا تیل نہیں کہتے ہیں۔ برف جب آفتاب کی حرارت سے پگھل جاتا ہے تو اس کو پانی کہتے ہیں برف نہیں کہتے ہیں۔

آفتابے دید او جامد نماند

روغنِ گل روغن کنجد نماند

عارفین کی ارواح نے آفتاب حق دیکھ لیا ہے پس اُن میں جمود نہ رہا۔ جب روغن کنجد نے گلاب کے پھول کی صحبت سے اس کے تمام اوصاف حاصل کرلیے تو اب وہ روغن گل ہوگیا ہے روغن کنجد نہ رہا۔

راہِ فانی گشتہ راہِ دیگر ست

زاں کہ ہشیاری گناہِ دیگر ست

جو شخص کہ فانی ہوچکا ہے اُس کا راستہ دوسرا ہے اس لیے کہ غیر اللہ کے ساتھ انہماک اور ہوش اس راہ میں جرم ہے۔

مردہ شو تا مخرج الحی الصمد

زندۂ زیں مردہ بیروں آورد

پس تو حق تعالیٰ کی محبت اور معرفت میں فنا ہوجا تا کہ وہ حقیقی زندہ اور بے نیاز ذات اس فنائیت کی راہ سے تجھ کو حقیقی حیات عطا فرمائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اخلاص سے بھی ایک مقام اونچا ہے پھر خود ہی فرمایا وہ فنائیت کا مقام ہے۔

کیست ابدال آنکہ اُو مبدل شود
خمرش ازِ تبدیل یزداں خل شود

بندہ محبوب اور مقبول جب متخلق باخلاق الٰہیہ ہو جاتا ہے تو اس کی شراب یعنی رذائل نفسانیہ تبدیل یزداں سے سرکہ یعنی اخلاقِ حمیدہ سے بدل جاتے ہیں اسی تبدیل صفات کی وجہ سے ان کو ابدال بھی کہتے ہیں۔ حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

منتہائے سیر سالک شد فنا
نیستی از خود بود عین البقا

سالک کے سیر کی انتہا فنائیت ہے اور یہی نیستی یعنی فنا ہونا عین باقی ہونا ہے۔ کثرتِ ذکر اور عباداتِ نافلہ کے انوار سے روحِ حیوانی پر روحِ ملکوتی کا تسلّط ہو جاتا ہے اور سارے اعضا اسی رُوحِ ملکوتی کے فیض سے سارے افعال مرضئ الٰہی کے مطابق انجام دینے لگتے ہیں پس اعضائے عبد اور ذاتِ حق کے درمیان مرضئ حق رابطہ اور واسطہ بن جاتی ہے مرضئ حق کو ایک تعلق تو ذاتِ حق سے ہے اور دوسرا تعلق اعضائے عبد سے ہے۔

اس حدیث قدسی میں جو عنوان اور تعبیر اعضائے عبد کے متعلق مذکور ہے اس میں قبولیت اور قُرب کے اسی خاص رابطہ کی بشارت دی گئی ہے۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہوچکے
دونوں جانوں سے اشارے ہوچکے

٦) شرح حدیث مذکور بعنوان سادس

مرکب دواؤں میں متعدد اجزا شامل رہتے ہیں لیکن ان اجزاء میں جو سب سے اشرف اور اعلیٰ جز ہوتا ہے اسی نام سے اس مرکب دواء کا نام رکھ دیتے ہیں مثلاً دواء المسک ایک مرکب دوا ہے تو کیا اس کے سارے اجزا مشک ہیں۔ جب ایسا نہیں ہے تو صرف مشک کی اضافت سے اس کا نام کیوں رکھتے ہیں۔ اس سوال کا جواب اطباء یہی دیتے ہیں کہ اس مرکب میں اگرچہ اور دوائیں بھی ہیں لیکن مشک ان سب میں اعلیٰ اور افضل جُزء ہے اسی لیے تمام اجزا

کو اسی جزو اعظم کے تابع کر دیتے ہیں اور پورے مرکب کا نام جزو اعظم کے نام پر رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح عبادات نافلہ کی برکت سے جب بندوں کے اعضائے بدنیہ پر انوار الٰہیہ کا غلبہ ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے بندوں کے اعضا کو انہیں انوار کی طرف منسوب فرمادیتے ہیں پس اس حدیث مذکور کی یہ تعبیرات اور عنوانات مقبول اور محبوب بندوں کی شرافت و کرامت پر دلالت کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے اعضا سے مرضیات الٰہیہ کے مطابق افعال صادر ہوتے ہیں اگرچہ یہ اعضا اور اعضا میں قوت اور توفیق سب کچھ حق تعالیٰ کی عطا ہے مگر اس ادنیٰ ظاہری ملابست پر رحمتِ حق کو انعام کے لیے اتنا بہانہ کافی ہے۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید
رحمتِ حق بہا نمی جوید

حق تعالیٰ کی رحمت بہاناڈھونڈتی ہے ان کی رحمت قیمت نہیں ڈھونڈتی ہے۔

حاصل تمام تقریروں کا یہی ہے کہ یہ تعبیرات ہیں جس میں بندوں کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے غایتِ عطا اور انعام ہے اور بندہ نوازی ہے۔

الحمدللہ! کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کھلا ہوا فیض دیکھتا ہوں، بڑے میاں کی نظرِ عنایت کا صدقہ ہے میں تو بھک منگا ہوں میرے پاس محض بھیک کا پیالہ ہے اور وہ بھی ٹوٹا ہوا۔ جب حق تعالیٰ چاہتے ہیں تو اس خالی خولی سے کہلوا لیتے ہیں۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
مرے مولا یہ تیری مہربانی

جو اچھی بات نکل جاتی ہے اُن کی ہے میری زبان تو محض ناقل ہے۔ علم کی لذّت کو نہ پوچھیے۔ اصلی لذّت یہی ہے۔ مجھ کو خود وجد آجاتا ہے۔

تاب زنجیر ندارد دل دیوانۂ ما

میرا دیوانہ قلب زنجیر کی تاب نہیں رکھتا ہے۔

اللہ اور رسول کی باتوں پر اعتراض کرنا بڑی نادانی اور سخت گُستاخی ہے

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر اعتراض کرنا بڑی نادانی اور گستاخی کی بات ہے۔ نیچری جاہل کہتے ہیں کہ صاحب دین کی فلاں بات تو عقل میں نہیں آتی ہے۔ دین کی باتوں کو سمجھنے کے لیے نہ تو خود علم دین حاصل کرتے ہیں نہ علمائے ربّانین سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ پھر اس جہالت کے ساتھ بغیر علم کی روشنی کے ایسے اعتراض کا منشاء بجز جہل کی تاریکی اور کھلی ہوئی دین سے دشمنی کے کچھ نہیں ہے۔ اللہ اور رسول کی باتیں سب عین حق ہیں۔ اور عین عقل سے نکلی ہوئی ہیں اسی وجہ سے ان کا بار بھی عاقلین پر رکھا گیا ہے کفار بھی چوں کہ لَا یَعۡقِلُوۡنَ [٥٩] کی صف میں ہیں بلکہ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ [٦٠] فرمایا اس لیے ان پر بھی یہ بار نہیں رکھا گیا۔ نیز بچوں کی عقل جب تک درجہ بلوغ کو نہیں پہنچتی ہے ان کو بھی احکام کا مکلّف نہیں کیا جاتا اسی طرح اگر کسی کی عقل میں فتور آجاوے یعنی پاگل ہوجاوے تو احکام بھی اس سے اٹھالیے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک عورت نے دریافت کیا کہ ایام حیض کی نمازوں کی قضا نہیں ہے اور روزوں کی قضا کا حکم ہے آپ نے ارشاد فرمایا هٰکَذَا اَمَرَنِیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ سبحان اللہ! کیا جواب دیا آپ نے کوئی حکمت اور علّت نہیں بیان فرمائی۔ بس ایسا جواب ارشاد فرمایا کہ اُمّت کے لیے سبق بن گیا۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح عمل کرنے کو ہمیں حکم فرمایا ہے۔ اس جواب سے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمانی عمق کا پتا چلتا ہے۔ اللہ اکبر! کس قدر قوی ایمان تھا، اس جواب کے اندر تعلیم ہے کہ اللہ و رسول کا حکم معلوم ہونے کے بعد اس کی علّت دریافت کرنا ایمان کی کمزوری ہے، یہی وجہ ہے کہ خیر القرون میں احکام شرعیہ کے حکم نہیں مُدوّن ہوئے، ان حضرات کا ایمان ایسا تھا کہ اللہ و رسول کا جو حکم ان کو معلوم ہوتا فوراً اس کی اطاعت کی فکر میں لگ جاتے۔ قرب زمانۂ رسالت کے انوار سے ان کی عقلیں بھی نورانی تھیں، ان کا ایمان تھا کہ ہماری عقل

---

[٥٩] المائدۃ:١٠٣

[٦٠] الاعراف:١٧٩

مخلوق ضعیف ہے اور خالق کے احکام سب عین حق ہیں۔ جوں جوں زمانۂ نبوت سے بُعد ہوتا گیا عقول میں وہ انوار بھی باقی نہ رہے نیز لوگوں کو عقل کا ہیضہ شروع ہوگیا۔ پس فقہائے متاخرین نے ان عقول کا سِدَہ کے لیے احکام کے حِکَم بھی مُدوّن فرمادیے تاکہ اُمّت گمراہی سے محفوظ رہے اور ان اسرار اور حکم سے ان نادانوں کی تسلی ہوجاوے ورنہ حقیقی جواب تو وہی ہے جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا۔ حکمت بیان کرنا تو بچوں کو بہلانا ہے جن کی عقل مثل اطفال کے ناتمام ہے ان کو کوڑی دے کر بہلا دیا جاتا ہے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب نہایت عاقلانہ جواب ہے کیوں کہ اللہ و رسول کا جواب عین عقل ہے۔ کوئی بات خلافِ عقل نہیں، ہاں ہماری عقل کی رسائی وہاں تک نہ ہو یہ اور بات ہے جب اللہ کو اللہ مان لیا اور رسول کو رسول مان لیا پھر چوں وچرا کے تمام قصے ختم۔ بس حکم کی نسبت خدا اور رسول کی طرف معلوم ہونے پر سَمِعۡنَا اور اَطَعۡنَا کہنا چاہیے، یہی ایمان کی شان ہے اور کافر سَمِعۡنَا وَعَصَیۡنَا کہتا ہے یعنی سُن تو لیا لیکن نافرمانی کریں گے۔ جب ہم بندے ہیں تو ہمارے لیے صرف تَعَبُّدِی شان لائق ہے اَمرِ تَعَبُّدِی فقہ کی ایک اصطلاح ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ تمہاری ناقص عقل میں نہ آوے لیکن تم غلامی کیے جاؤ، شان غلامی کا اقتضاء یہی ہے، لِمَ کا دریافت کرنا شانِ غلامی کے خلاف ہے، ہاں وہ اپنے کرم سے اسرار و حِکَم سے مطلع فرماویں تو ان کی عنایت ہے۔ ایک بات اور لطیف سمجھ میں آئی کہ بلوغ کے وقت جو عقل عطا ہوتی ہے وہ عقل بھی وہیں سے آتی ہے جہاں سے احکام نازل ہوتے ہیں پس ان احکام کے لیے جس درجہ عقل کی ضرورت علم الٰہی میں ہوتی ہے بلوغ کے وقت عقل کو اسی درجہ پر پہنچا کر اس پر احکام کا بار رکھ دیتے ہیں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا [۱۶] ان احکام کا عقل کے ساتھ عجیب جوڑ سمجھ میں آیا احکام الٰہیہ جو عین عقل ہیں یہ بھی وہیں کے اور عقل بلوغ یہ بھی وہیں کی اللہ تعالیٰ ہی ان اسرار کے پورے خبیر ہیں کیسا لطیف مابہ التکلیف وماعلیہ التکلیف میں ربط اور مناسبت ہے، اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ حقیقۃً میں بالکل خالی خُولی ہوں۔ مگر وقت پر اللہ تعالیٰ مدد فرمادیتے ہیں۔ اس حدیث قدسی کی جن جن عنوانات سے شرح اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالی ہے ان کو میں نے کبھی کتابوں میں نہیں دیکھا۔

---

[۱۶] البقرۃ:۲۸۶

حالت بسط میں کبھی عُجب پیدا ہو جاتا ہے

ایک بات اور بہت ضروری ہے کہ طاعات میں کبھی خوب جی لگتا ہے اور عجیب لطف ملتا ہے اس حالت کو اصطلاح میں بسط کہتے ہیں۔ اس وقت دل میں عُجب اور پندار پیدا ہوتا ہے کہ میں بہت نیک ہوں، عبادت گزار ہوں۔ شیطان عابدوں کو اس طرح ہلاک کرتا ہے۔

عُجب اور خود بینی کا علاج

اس حالت کی اپنے مصلح اور شیخ کو اطلاع کرنی چاہیے وہ جواب تحریر کردے گا کہ ان طاعات اور عبادات کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ان کا فضل سمجھیں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ[۶۲]

جتنی بھلائیاں انسان کو پہنچتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جتنی برائیاں انسان کو پہنچتی ہیں وہ اس کے نفس کی طرف سے ہیں فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ[۶۳] پس مرشد کامل اس حالتِ بسط میں بجائے تکبر اور خود بینی میں مبتلا ہونے کے طالب کو شکر کی طرف متوجہ کردے گا۔ جس سے اور ان نعمتوں میں حق تعالیٰ ترقی عطا فرما دیتے ہیں حسبِ وعدہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ[۶۴]

قبض باطنی کی تعریف اور اس کا علاج

اسی طرح اس راہ میں ایک حالت اس کے برعکس پیش آتی ہے جس کو قبض کہتے ہیں یہ تصوّف کی خاص اصطلاح ہے اس حالت میں عبادات میں بالکل جی نہیں لگتا ہے دل بالکل افسردہ سا ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں جو لوگ بدون کسی راہبر کے خود رائی سے کام کرتے ہیں وہ اپنے کو مردود سمجھ لیتے ہیں اور سب اعمال ترک کرکے بیٹھ رہتے ہیں نَعُوْذُ بِاللّٰہ اسی لیے شیخ اور مصلح کی ضرورت ہوتی ہے۔

---

۶۲ النسا:۷۹

۶۳ الشوریٰ:۳۰

۶۴ ابرٰھیم:۷

بار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاوز اندریں صحرا مرو

رفیق کی ضرورت ہے، تنہا مت قدم رکھ، بغیر راہ بر کے اس صحراء میں مت چل۔

شیخ محقّق اس وقت سنبھالتا ہے طالب جب اس کو اپنی اس حالت کی اطلاع کرتا ہے تو تحریر کر دیتا ہے کہ یہ حالت بسط سے افضل ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے یہ حالتِ قبض من جملہ حالاتِ رفیعہ سے ہے۔ اور فرماتے تھے کہ قبض میں بسط سے زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس حالت میں سب ناز اور پندار ٹوٹ جاتا ہے اور ٹوٹے ہوئے دل سے حق تعالیٰ بہت قریب ہیں اَنَا عِنۡدَ الۡمُنۡکَسِرَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ[۶۵] اگر ہمیشہ بسط کی حالت رہے تو سالک عُجب اور خود بینی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے۔ ان حالات کے بدلنے میں حق تعالیٰ کی طرف سے اس بندے کی تربیت ہوتی ہے، بندوں کے ظاہر اور باطن کے مربّیٔ حقیقی حق تعالیٰ ہی ہیں۔ قبض میں دل نہ لگنے کی وجہ سے عبادات کا ثواب بھی دُگنا ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ اس حالت میں نفس پر زیادہ مشقت پڑتی ہے۔ شیخ کامل کے بغیر اس راہ میں کتنے طالب قبض کی حالت میں اپنے کو مردود سمجھ کر گمراہ ہوگئے۔ اور بعضوں نے خودکشی کر لی۔

سیدھا راستہ مقبول بندوں کی صحبت کے بدون نہیں ملتا ہے

صراط مستقیم مقبول بندوں کی معیت اور صحبت کے بغیر مل ہی نہیں سکتا، عادۃ اللہ یہی ہے۔ حق تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں اس کو منصوص فرما دیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ[۶۶]

صراط مستقیم راستہ تو میرا ہے لیکن آسمان تک کوئی سڑک مت سمجھ لینا۔ میرا راستہ وہی ہے جس پر میرے انعام والے بندے چلتے ہیں۔ صراط مستقیم مبدل منہ اور صراط منعم علیہم بدل ہے۔

---

[۶۵] کشف الخفاء للعجلونی،۲/۳۸۸ (۲۸۳۶)، مکتبۃ العلم الحدیث / التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف:۱۶۳، المکتبۃ المظہریۃ

[۶۶] الفاتحۃ:۴-۵

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا[۶۷]

یہاں صراط کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ راستہ میرا ہے لیکن منعم علیہم کی طرف صراط کی اضافت اور نسبت اس ملابست سے کردی کہ یہ اس راہ پر خود چلنے والے ہیں اور دوسروں کو چلانے والے ہیں۔ دین کو حق تعالیٰ نے صراط فرمایا ہے اس لیے صوفیا اس کو راہ اور طریق کہتے ہیں اور اس راہ پر چلنے والوں کو سالک کہتے ہیں سلوک کے معنٰی چلنا مسافت قطع کرنا۔ انعام والے بندوں کی طرف صراط مستقیم کی اضافت میں بندوں کے لیے تعلیم ہے کہ یہ عالم اسباب ہے۔ یہ منعم علیہم جس طرح ہمارے راستے پر چل رہے ہیں اسی طرح ان کی اتباع میں تم بھی راستہ قطع کرو وَ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ[۶۸] ان لوگوں کے راستے کی اتباع کرو جو میری طرف متوجہ ہیں۔ دنیا میں راستے بہت ہیں مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ یعنی یہودیوں کا الگ راستہ ہے اور ضَآلِّیۡنَ گمراہ لوگوں کا یعنی نصاریٰ کا الگ راستہ ہے بس جس راستے پر چلنے والوں کو انعام سے نوازا گیا ہے جن پر انعامِ نبوّت و رسالت اور انعام صدیقیت و شہادت اور صالحیت کی سرکاری مہریں پڑی ہوئی ہیں ان کے راستے پر چلو فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا[۶۹] سورہ فاتحہ میں جن منعم علیہم کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی تشریح اس آیت میں فرمادی کہ وہ انعام والے بندے انبیاء علیہم السلام ہیں اور صدیقین و شہداء اور صالحین ہیں۔ ان کے راستے پر چلنا صراطِ مستقیم پر چلنا ہے کیوں کہ راستہ کی راستی اور سیدھائی راہ بر کے صدق و دیانت پر ہے اگر راہ بر ٹیڑھا ہے تو راستہ بھی ٹیڑھا ہوگا۔ راستے کی ہمواری راہ بر کے صحیح قدم پر موقوف ہے اور ان کے راستے پر چلنا کس طرح نصیب ہوگا جب ان کی رفاقت اور صحبت اختیار کی جاوے گی ان سے اچھا رفیق کون ہوگا جو تمہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جانے والے ہیں اور اللہ تک پہنچادینے والے ہیں وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا اور اسی دنیا کی رفاقت کے صلہ میں

---

۶۷ الانعام:۱۵۳

۶۸ لقمٰن:۱۵

۶۹ النسآء:۶۹

آخرت میں بھی ان کا ساتھ نصیب ہو گا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یہ حدیث ہے جس کو یہاں جس سے محبت ہو گی اسی کے ساتھ وہاں حشر ہو گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی فرمایا اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم نے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا: حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں تو معمولی آدمی ہوں میرے پاس صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! نے ارشاد فرمایا: اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ [۷۰] یعنی جن کو تم محبوب رکھتے ہو ان ہی کے ساتھ رہو گے۔ یہ ایسے رفیق ہیں کہ ان کے بغیر راستہ اللہ کا نہ ملے گا۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

جو شخص عشق کے راستے کو بدونِ راہبر کے قطع کرتا ہے اس کی عمر ختم ہو جاتی ہے اور عشقِ حق سے آگاہ نہیں ہوتا ہے۔ بزرگوں کی باتیں بڑے پتے کی ہوتی ہیں، اہل ظاہر سمجھتے نہیں ہیں، یہ حضرات جو کچھ کہتے ہیں قرآن اور حدیث ہی سے کہتے ہیں مگر عوام کی نظریں وہاں تک نہیں پہنچتی ہیں۔

حق تعالیٰ سے محبت اور تعلق کا طریقہ

اب خلاصہ اس مضمون کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے محبت اور تعلق کے لیے مجاہدہ یعنی اعمال و ذکر کی پابندی اور گناہوں سے پرہیز اختیار کیا جاوے اور کسی اللہ والے سے اپنی حالت کو مطلع کرتا رہے تاکہ وہ نفس کی باریک باریک چالوں سے اور شیطان کے مکر و فریب سے مطلع کرتا رہے اور گاہ گاہ حسبِ فرصت اس کی صحبت میں حاضر ہو کر اس کے اعمال اور اخلاقِ حسنہ کو دیکھ کر قوتِ عملیہ اور ہمت کا فیض حاصل کرے اور اس کے مواعظ وارشادات حسنہ کے انوار میں اپنے امراضِ نفسانیہ ورذائل کا علم اور حق تعالیٰ کے راستے پر چلنے کی فہم حاصل کرے کیوں کہ اس راہ میں فہم کی بڑی ضرورت ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ [۷۱] اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو کتاب کی تعلیم فرماتے ہیں اور خوش فہمی کی تعلیم

۷۰ جامع الترمذی: ۲/۶۴، باب المرء مع من احب، ایچ ایم سعید
۷۱ الجمعۃ: ۲

بھی۔ سمجھ دار آدمی کی تھوڑی عبادت بے سمجھ آدمی کی رات و دن کی عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی ہزار رکعتوں سے بڑھ کر ہیں کیوں کہ عارف کی سمجھ بہت اونچی ہوتی ہے۔

عارف کا نورِ فہم

عارف عبادت میں اپنے اللہ کی عظمت و کبریائی پیش نظر رکھتا ہے اور اپنی ذلّت اور خواری کو پیش کرتا ہے، اپنے لب و لہجہ میں، اپنی چال میں اپنے الفاظ میں، اپنے اُٹھنے بیٹھنے میں، آنکھوں کے کھولنے اور بند کرنے میں، الغرض ہر حرکت و سکون میں حتیٰ کہ اپنے خطرات و وساوس میں اپنے نفس کی باریک چالوں کی نگرانی کرتا رہتا ہے اس دیکھ بھال کا ہر وقت اس کے دل میں ایک کارخانہ قائم ہوتا ہے۔

عارف اپنے نفس کو کافر فرنگ سے بدتر سمجھتا ہے

عارف اپنے نفس کو کافر فرنگ سے بدتر سمجھتا ہے۔ حسنِ خاتمہ کی فکر سے اور اس قدر دل سوزی کے باوجود اپنے کو جانوروں سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ اس درجہ فنائیت اور عبودیت کا غلبہ اس کے نورِ فہم کا ثمرہ ہوتا ہے۔

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

اسی سبب سے اولیاء اللہ فرشتوں سے سبقت لے جاتے ہیں کہ خود کو کُتّے سے بھی بہتر نہیں سمجھتے ہیں۔

حضرت بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ایماں چو سلامت بہ لب گور بریم
احسنتُ بریں چُستی و چالاکی ما

حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سلامتی سے ایمان پر خاتمہ ہو جائے اس وقت اپنی چُستی و چالاکی کی تعریف کروں گا جب تک کشتی طوفان کے تھپیڑوں سے دو چار ہے

اس وقت آدمی کا بے فکر ہونا نادانی ہے۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادمے آخر دمے فارغ مباش

اس راہ میں تراش وخراش یعنی فکر اور کوشش کرتا رہے آخر دم تک اپنے کو فارغ نہ سمجھے۔

تا دمے آخر دمے آخر بود
کہ عنایت با تو صاحب سر بود

یہاں تک کہ آخری سانس ایسی ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی عنایت تیرے ہمراہ ہو جاوے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ[۲]

اپنے رب کی بندگی بجالاتے رہیں یہاں تک کہ وہ یقینی چیز یعنی موت آجائے۔

اس راہ میں فہم سلیم اگر نہ ہو تو ایک قدم چلنا مشکل ہو جاوے اور فہم سلیم اہل اللہ کی صحبت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ عجیب التاثیر کیمیا ہے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الحال بصورتِ طلا شد

جو لوہا کہ پارس سے مل جاتا ہے وہ فوراً سونا ہو جاتا ہے۔

اگر ان دونوں جزؤں پر ہمت کر کے عمل کر لیا جاوے تو انشاء اللہ تعالیٰ! تعلق مع اللہ کی دولت ضرور نصیب ہو جاوے گی۔ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اُن سے بڑھ کر کون صادق الوعد ہو سکتا ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا[۳]

معیّتِ خاصّہ مجاہدہ اور صحبتِ اہل اللہ کی برکت سے نصیب ہوتی ہے

مجاہدہ اور صحبتِ اہل اللہ کی برکت سے قلب پر حق تعالیٰ کی معیّت کا ذوقاً اور حالاً

۲؎ الحجر:۹۹

۳؎ النساء:۱۲۲

انکشاف ہو جاتا ہے اس انکشاف سے قبل محض عقلی درجے میں معیتِ الٰہیہ کا اعتقاد ہوتا ہے۔ کیوں کہ بدون مجاہدہ محض عقل سے معیت خاصہ کا ادراک ممکن نہیں ہے اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ور بعقل ادراک ایں ممکن بدے
قہر نفس از بہر چہ واجب شدے

اگر اس معیت خاصہ کا ادراک عقل سے ممکن ہوتا تو نفس پر مجاہدہ برداشت کرنے کا کیوں حکم ہوتا ؎

باچناں رحمت کہ دارد شاہِ ہش
بے ضرورت چوں بگوید نفس کُش

اور حق تعالیٰ اس قدر رحمت کے باوجود مجاہدۂ نفس کا کیوں حکم فرماتے۔

اور یہ مجاہدۂ نفس کسی اللہ والے کی صحبت پر موقوف ہے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ[۷۴] کی آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ فیض پہنچانے کے لیے بیٹھنے کا حکم فرمانا صاف بتارہا ہے کہ محض کتابوں سے اور محض وظائف وعبادات سے تزکیۂ نفس ناممکن ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی مذاق تبتل تام کا تھا

لفظ وَاصۡبِرۡ سے یہ بھی بتادیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی مذاق تبتل تام کا تھا یعنی طبعاً آپ کو خلوت مع اللہ محبوب تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو طبعاً خلوت مع اللہ کو محبوب رکھتا ہو اور جبر نفس سے طالبین میں ارشاد کا کام انجام دیتا ہو وہی مصلح اور مربی بننے کا اصلی اہل ہے اور یہی پیر اصلی پیر ہوتا ہے۔ یہ خود بھی باخبر ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی باخبر کرتا ہے اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهٖ خَبِيۡرًا۔[۷۵]

---

[۷۴] الکہف:۲۸

[۷۵] الفرقان:۵۹

رحمٰن کی شان کو کسی باخبر سے پوچھو

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ رحمٰن کی شان کو کسی باخبر سے پوچھو۔ مجنوں ناقدر شناس تھا کہ لیلیٰ کی محبت میں اُلجھ کر رہ گیا کسی باخبر سے پالا نہ پڑا تھا ورنہ وہ باخبر اس کو بتاتا کہ او نادان! لیلیٰ کو لیلیٰ کس نے بنایا ہے؟ مجنوں کی نگاہ یہاں تک نہ پہنچی۔ اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهٖ خَبِیۡرًا کا ترجمہ ہمارے مرشد پاک حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا ہے کہ رحمٰن کی شان کو کسی باخبر سے پوچھ لیا کرو جو اُن کی گلی کے چلے ہوئے ہیں۔

نازم بچشم خود کہ جمالِ تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

میں اپنی آنکھ پر ناز کرتا ہوں کہ اس نے آپ کا جمال دیکھا ہے اور اپنے پاؤں پر قربان ہوتا ہوں کہ آپ کی گلی میں گزرے ہوئے ہیں۔

مبلغین حضرات کے لیے ضروری مشورہ

جو شخص ہر وقت وعظ اور نصیحت سے دوسروں کی نفع رسانی میں رہتا ہے اور کچھ وقت خلوت مع اللہ کا اپنے لیے نہیں نکالتا ہے اس کی مثال حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کنویں سے دی ہے جس سے ہر وقت پانی نکالا جاتا ہو اور سرچشمہ سے پانی جمع نہ ہونے کے سبب اس کنویں سے بجائے پانی کے کیچڑ آنے لگی ہو۔ اپنے لیے خلوت کا مطلقاً اہتمام نہ کرنے سے کلمات بے نور نکلنے لگتے ہیں۔ ایسا آدمی ایک کمیتِ بے کیف ایک جسم بے رُوح بن کر رہ جاتا ہے اور اب اس سے بجائے نفع کے دوسروں کو ضرر پہنچنے لگتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب پانی کے بجائے کنویں سے کیچڑ آنے لگے تو اب اس کنویں سے بجائے نفع کے ضرر ہی ضرر ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ وعظ اور تبلیغ و ارشاد کے منصب پر فائز ہیں ان کو بھی چاہیے کہ شب و روز میں کوئی وقت خلوت مع اللہ کا اور اپنے معمولات کی پابندی کا ضرور مقرر کرلیں، اپنی ترقی سے اور اپنی نگرانی سے غافل نہ ہوں اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تلقّی موقوف ہے تخلّی پر یعنی خلوت مع اللہ ہی کی برکت سے مضامین القا ہوتے ہیں۔

اے برادر بے نہایت در گہیست

انچہ بروے میرسی بروے مایست

(عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ)

اے برادر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہا نہیں ہے بس قرب کے جس مقام پر پہنچ جاؤ وہاں قناعت مت کرو بلکہ آگے ترقی کرتے رہو۔

شیخ کے فیوض اور برکات کا کاملِ اثر طالب کے التزام ذکر پر موقوف ہے

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ کے بعد مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ فرماکر طالبین کو بھی متنبہ فرمادیا کہ شیخ کامل کی صحبت کا پورا نفع اسی وقت حاصل ہو گا جب تم خود بھی ذکر کا صبح شام التزام رکھوگے۔ صالحین صادقین کی معیّت اپنا پورا اثر اسی شخص پر کرتی ہے جو ذکر کے پابند ہوتے ہیں، ذکر کے انوار قلب میں جب موجود ہوتے ہیں تو وہ شیخ کے انوار کو اپنی طرف جذب کرلیتے ہیں کیوں کہ ہر جنس اپنی جنس کا جاذب ہوتا ہے۔

ذرہ ذرہ کاندریں ارض و سما ست

جنس خود را ہمچو کاہ و کہربا ست

ہر ذرہ جو اس آسمان اور زمین کے درمیان ہے اپنے ہم جنس کو جذب کرنے میں مثل کہربا کے ہے۔

ناریاں مرناریاں را جاذب اند

نوریاں مر نوریاں را طالب اند

(عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ)

اہل نار اہل نار کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اہل نور اہل نور کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

التزام ذکر کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ شیخ کے قلب کو ایسے ذاکر طالب کی طرف خصوصیت کے ساتھ افادیت کے لیے متوجہ فرمادیتے ہیں کیوں کہ ذکر سے طلب میں زیادتی ہوتی ہے۔ پس حق تعالیٰ کی رحمت طالب کی طلب اور اس کے درد کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

ہر کجا دردے دوا آنجا رود

ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی طلبِ صادق ہی پر رحمت الٰہیہ نے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ کی آیت نازل فرمائی اور یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِيِّ میں اُن کی طلب کا ثبوت موجود ہے۔

اخلاص کے بغیر مقصود تک رسائی نہیں ہوتی

یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ سے حق تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ طالب کے اندر اخلاص بھی شرط ہے۔ رضائے الٰہی کے سوا اگر کوئی دوسری چیز مطلوب ہے مثلاً جاہ، عزّت، ناموری وغیرہ تو تمام زندگی معیتِ صادقین کے باوجود مقصود سے محروم رہے گا، چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

ایک بڑے میاں کا واقعہ

ایک بڑے میاں تمام عمر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تہجد و ذکر کے پابند رہے اور مقصود سے محروم رہے۔ ایک روز عرض کیا کہ حضرت! مجھے کچھ نفع نہیں معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی آپ کا مقصود اس تہجد اور ذکر سے کیا ہے؟ عرض کیا کہ نیت یہ تھی کہ آپ کچھ دن کے بعد جب خلافت دے دیں گے تو لوگوں کو تعلیم اور ہدایت کروں گا۔

فرمایا کہ آپ کے اندر رضائے الٰہی مطلوب نہ تھی منصبِ خلافت مطلوب تھا یہی وجہ آپ کی محرومی کی ہے۔ اس آیت میں یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ سے حق تعالیٰ نے طالبین کو متنبہ فرمادیا کہ اس راہ میں صرف اللہ کی رضاجوئی مطلوب ہونا چاہیے۔

ابتدائے ولایت تا انتہائے ولایت بجز رضائے حق کچھ مقصود نہیں ہے

ابتدائے ولایت تا انتہائے ولایت بجز رضائے حق کے اور کوئی چیز مقصود نہیں ہے اس اصل کے پیشِ نظر طریق بالکل بے غبار ہوجاتا ہے ورنہ کتنے طالبین جو غیر محقّق پیر کے حوالے ہوئے، انہوں نے احوال اور کیفیات ذوق و شوق کو مطلوب سمجھ لیا اور جب بر بناء فطرت بشریہ ان کیفیات میں اضمحلال یا ان کا بالکلیہ زوال ہوگیا تو اپنے کو نامراد اور اپنی طاعت وذکر کو لاحاصل سمجھ کر راستے ہی سے بیٹھ رہے اور چاہِ ہلاکت میں جاگرے اور جو محقق پیر ہوتا

ہے وہ کہتا ہے بے فکر رہو کیفیات اگر ختم ہو گئیں تو اب اعمال پر بوجہ مشقّت اجر دُگنا ملے گا اور مقصود رضائے حق ہے جو اس پریشان حالی میں زیادہ متوقع ہے ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی
کوشش بیہودہ بہہ از خفتگی

دوست ہماری اس پریشان حالی کو دوست رکھتا ہے، بے ترتیب اور بے نظم کوشش بالکل سُور ہنے سے تو بہتر ہی ہے۔

نیز کیفیاتِ ذوق و شوق اگر ہمیشہ قائم رہیں تو عُجب اور پندار کا خطرہ ہوتا ہے۔

قبضِ باطنی کی حکمت

حالتِ قبض میں اپنی عاجزی اور شکستگی پیش نظر ہوتی ہے اور اپنے اعمال سے نظر اُٹھ جاتی ہے اب صرف حق تعالیٰ کی رحمت سے اُمید وار ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قبض باطنی من جملہ حالات رفیعہ سے ہے جب مقصود رضائے حق ہے تو جو بھی حالت آتی جاتی رہے خواہ قبض ہو یا بسط ہو ان امورِ غیر اختیاریہ کو مقصود سے کوئی تعلق نہیں ہے، مقصود کا تعلق امورِ اختیاریہ سے ہوتا ہے بندے غیر اختیاری امور کے مکلّف نہیں ہیں۔

شیخ کو اپنی حالت سے اطلاع اور اس کی تجویز کی اتباع کامیابی کا ذریعہ ہے

اپنی طرف سے شیخ کو اطلاعِ حالت کرتا رہے اور شیخ کی تجویزات پر ہمت سے پابندی کرتا رہے، یہی کامیابی کا طریقہ ہے، یہی کام میں لگا رہنا ایک دن مقصود تک پہنچا دیتا ہے حق تعالیٰ بندوں کی طرف سے کوشش دیکھنا چاہتے ہیں ؎

کار کن کار بگزر از گفتار
کاندریں راہ کار باید کار

کام کرو کام، گفتار سے گزر جاؤ اس راہ میں صرف کام ہی سے کام بنتا ہے۔

اسی مجاہدہ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق دولتِ باطنی سے نواز دیتے ہیں۔

مجاہدہ کی ضرورت کی ایک مثال سے توضیح

مومن کے قلب پر معیّتِ خاصّہ کا ذوقاً اور حالاً انکشاف مجاہدہ پر موقوف ہونے کی ایسی مثال ہے کہ کسی کے گھر کے اندر بنیاد کے نیچے خزانہ مدفون ہو جو بدون بنیاد نکالے ہوئے حاصل نہ ہو اور پھر اس خزانے سے پہلے سے بھی اچھا گھر بنادیا جاوے تو اس ویرانی کو کون مضر کہے گا۔ اسی طرح جن اخلاق رذیلہ کو اور ان کے مقتضیات کو زائل کروگے اس سے اچھے اخلاق وملکات میسر ہوں گے جس سے آخرت میں تو خیر اور ابقی ملے ہی گا باقی دنیا میں بھی ایسی حیاتِ طیبہ میسر ہوگی جس پر سلاطین غِبطہ کریں گے۔ اس لیے چند دن کی یہ مشقت جو شیخ کامل سے اصلاحِ نفس کے لیے جھیلی جاتی ہے اگرچہ بظاہر تخریب اور ویرانی تن ہے لیکن روح کی صحت اسی پر موقوف ہے۔

کما قال العارف الرومی رحمۃ اللہ علیہ؎

صحتِ ایں حِسّ ز ویرانی تن

باطنی حِسّ کی صحت جسم کی ویرانی ہی سے ہوتی ہے۔ مگر یہ ویرانی زیادہ آبادی کا سبب بن جاتی ہے۔ جس طرح اس مکان کو جس کی بنیاد میں خزانہ ہوتا ہے جب پہلے ویران کرتے ہیں تو اہل ظاہر جو اس خزانۂ مدفونہ سے بے خبر ہیں اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیا حرکت ہے اور اس کو بے وقوف، دنیا کی ترقی سے بے خبر اور تنگ نظر، نہ جانے کیا کیا خطابات دیتے ہیں لیکن اس باخبر سے پوچھو وہ کسی کی ملامت کی طرف التفات تک نہیں کرتا ہے تاکہ جواب دینے میں وقت ضایع نہ ہو لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ[۷۶] اس کی شان ہوتی ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس ویرانی کے بعد بنیاد میں جو خزانہ ملے گا اس سے اس موجودہ مکان سے عمدہ مکان بن سکتا ہے اس لیے وہ کسی کے اعتراض کی پرواہ نہیں کرتا ہے؎

خود چہ جائے جنگ و جدل از نیک و بد
کیں دلم از صلحہا ہم می رمد

---

[۷۶] المآئدۃ:۵۴

ذکرِ محبوب کی وجہ سے مجھ کو جنگ وجدال کا نیک وبد سے کہاں موقع ہے، میرا دل تو صلح سے بھی بھاگتا ہے یعنی یار باشی کے لیے بھی مجھے فرصت نہیں ہے۔

اس مثال سے اس بات کی توضیح ہوگئی کہ اگر اس مکان کی حفاظت کی جاتی تو خزانۂ مدفونہ سے محرومی رہتی پس اس مکان کی ویرانی ہی اس مکان کی آبادی کا سبب ہوسکتی ہے تو اس ویرانی کا مضر نہ ہونا بلکہ انفع ہونا ثابت ہوا۔ اس مثال کے بعد اب اس کے مُمثل لہٗ کو سامنے رکھ کر نتیجہ نکالیں یعنی یہ نفس جو لذّاتِ دینویہ اور نقش ونگار فانیہ کا ایک گھر ہے اور اس کی تخریب سے یعنی ان فانی لذّاتِ محبوبہ کے ترک سے نفس طبعاً گھبراتا ہے اور اس کی بنیاد میں معیّتِ الٰہیہ کا خزانہ رکھا ہوا ہے۔

خواہشاتِ نفسانیہ انکشافِ معیّت کے لیے بمنزلہ حجابات ہیں

ظاہری نقش ونگار اور خواہشاتِ نفسانیہ انکشافِ معیتِ خاصّہ الٰہیہ کے لیے بمنزلہ حجابات کے ہیں کیوں کہ توجہ تام الی اللہ سے یہ لذّاتِ نفسانیہ مانع بن جاتی ہیں اور بدون توجہ تام معیّت خاصہ اور قرب خاص میسّر نہیں ہوتا۔ اس لیے ان کا نہ مٹانا اس راہ میں مضر ہے اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قصر چیزے نیست ویراں کن بدن
گنج در ویرانی است اے میر من
خانۂ پر نقش و تصویر و خیال
دیں صُور چوں پردہ برگنج وصال

مولانا فرماتے ہیں اے میرے امیر قصر! کوئی چیز نہیں ہے بدن کو ویران کردے، خزانہ ویرانی ہی میں ہوتا ہے۔ یہ پُر نقش گھر اور تصورات وخیالات خزانہ وصال پر مثل حجاب کے ہیں [۲۲]

چندروز کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرنا ہے اور وہ مجاہدہ کیا ہے اپنی حالت سے اس کو اطلاع کرنا اور اس کے ارشادات کی اتباع کرنا۔ اسی کی برکت سے حق تعالیٰ ایسی

---

[۲۲] کلید مثنوی دفتر ۶/ ۲۳۲

دولت عطا فرمائیں گے جس کا وہم و گمان میں کبھی تصور بھی نہ ہوا ہو گا۔

آں دہد حق شاں کہ لا عین رأتْ
کاں نگنجد در زبان و در لغت

حق تعالیٰ وہ نعمت باطن میں عطا فرمائیں گے جس کو تم نے کبھی نہ دیکھا ہو گا اور نہ زبان اور لغت میں اس کی صحیح کیفیت بیان ہو سکتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی معیّتِ خاصّہ تمہارے قلب پر منکشف فرمادیں گے اور یہ نعمت تو باطن میں عطا کریں گے لیکن اس کے آثار اور انوار تمہارے ظاہر پر بھی نمایاں ہوں گے جو اس باطنی نعمت کے مخبر ہوں گے اور جن کو دیکھ کر دوسروں کو ہدایت ہو گی۔ حضرت عارف فرماتے ہیں۔

گفت سیماہم وجوہ کرد گار
کہ بود غمّازِ باراں سبزہ زار
گر ببارد شب نہ بیند ہیچ کس
کہ بود در خواب ہر نفس و نفس
تازگیِ ہر گلستانِ جمیل
ہست بر بارانِ پنہانی دلیل

(از کلید مثنوی دفتر ۶۔۲۶)

مولانا فرماتے ہیں کہ جب انوار و برکات کسی شخص پر دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ صاحبِ نسبت ہے کہ آبِ نسبت سے یہ پھول کھلے ہیں، اسی کی نسبت پروردگار عالم نے حضرات صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی شان میں فرمایا ہے سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ[۸۷] یعنی حضرات صحابہ (رضی اللہ عنہم) اپنے چہروں کے نور سے اور لوگوں میں پہچانے پڑتے ہیں۔ تہجد کی نمازوں سے صاف نیت سے ان کے چہروں پر نور ہے۔

(از موضح القرآن)

جس طرح بارش کا مُخبر سبزہ زار ہوتا ہے اگر شب کو مثلاً بارش ہو اور کوئی نہ دیکھے

۸۷ـ الفتح:۲۹

کیوں کہ نیند میں سب سوئے ہوتے ہیں اس وقت میں ہر باغ باجمال کی تازگی جو صبح کو نظر آوے گی بارانِ مخفی پر علامت ہوگی۔

معیّت الٰہیہ کے ساتھ تجلیاتِ اسمائے حُسنیٰ کا ذوقاً اور حالاً انکشاف

عارفین بندے جب اللہ تعالیٰ کی معیّت کو مع تجلّیات اسمائے حُسنیٰ کے اپنے باطن میں ذوقاً اور حالاً مشاہدہ کرلیتے ہیں تو ان کی روحانی قوت اس معیت کے فیض سے ان کو ہر وقت عالم قُدس سے متصل رکھتی ہے اور اس عالم کے علائقِ فانیہ ان کے لیے کسی آن میں حجاب اور مانع نہیں ہوتے ہیں اسی کو حضرتِ عارف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ظلّ او اندر زمیں چوں کوہ قاف
روحِ او سیمرغ بس عالی طواف

مولانا فرماتے ہیں یہ حضرات عارفین اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے اجسام تو زمین پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں مگر ان کی روح مثل سیمرغ کے عرشِ عظیم کا طواف کرتی ہے مراد اس سے مولانا کی یہ ہے کہ ان کی روح کو عالمِ قدس سے ہر وقت ایک خاص اتصال ہوتا ہے۔ عوام اس اتصال سے بے خبر ہوتے ہیں۔

ماہیانِ قعر دریائے جلال
بحرِ شاں آموختہ سحرِ حلال

یہ حضرات عارفین قعرِ دریائے جلال کی مچھلیاں ہیں بحرِ دریائے جلال نے ان کو سحر حلال سکھلا دیا ہے یعنی ان کا کلام حق تعالیٰ کے عشق کے فیض سے دردناک اور مؤثر ہوتا ہے۔

خواجہ را کو در گزشت است از اثیر
جنسِ دیں مُوشانِ تاریکی مگیر

چوں کہ عارف اس مرتبۂ روح میں خارج ہے اور عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اس کو دنیادار ظلمت پسند انسانوں میں مت شمار کرو۔

درمیان شمس و ایں روزن رہے
ہست روز نہا نشد زاں آگہے

آفتابِ حقیقی اور قلبِ عارف کے درمیان مخفی راہ

اس آفتابِ حقیقی اور ان کے قلب کے درمیان میں ایک مخفی راستہ ہے جس سے حق تعالیٰ کے نفحات کرم پے درپے آتے رہتے ہیں دوسرے لوگ اس دریچۂ باطنی سے آگاہ نہیں ہیں ان ہی باطنی نعمتوں کے متعلق حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی نے فرمایا تھا۔

جو دل پہ ہم اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت ہیچ نظر آتی ہے۔

حضرت غوثِ پاک بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استغنا کا ایک واقعہ

حضرت غوثِ پاک بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جب شاہِ سنجر نے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو آپ کی خانقاہ کے لیے ملک نیمروز وقف کردوں تو کس شانِ وجد اور استغنا سے جواب تحریر فرماتے ہیں۔

چوں چترِ سنجری رُخِ بختم سیاہ باد
گر در دلم رود ہوسِ ملکِ سنجرم

مثل چترِ شاہِ سنجر کے میرا نصیبہ سیاہ ہوجائے اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ذرا بھی ہوس موجود ہو۔

زانگہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب
من ملک نیمروز بیک جَو نمی خرم

جس وقت سے کہ میں نے ملکِ نیم شب یعنی آدھی رات کی سلطنتِ قربِ حق اور لذّتِ طاعت کی خبر پالی ہے اس نعمت اور دولت کے ہوتے ہوئے میں ملک نیمروز کو ایک جو کے عوض میں بھی خریدنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ قلب میں یہی دولت معیت الٰہیہ کی موجودگی تھی جس نے یہ استغنا بخشا تھا۔

حکیم الامّت مجدّ دُ الملّت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے استغنا کا ایک واقعہ

ہمارے مرشدِ پاک حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بار دو سیٹھ مدراس سے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! ایک لاکھ روپیہ نذر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: بھائی! آپ لوگ پہلی بار تشریف لائے ہیں اور ہدیہ کے بارے میں میرا اصول یہ ہے کہ جب طرفین میں بے تکلفی ہو جاوے اور بار بار کی ملاقات سے حجاب اُٹھ جاوے اُس وقت ہدیہ قبول کیا کرتا ہوں اپنے اس اصول کی بناء پر آپ لوگ مجھے اس نذر کے قبول کرنے سے معذور خیال فرمائیں۔ یہ ہے اللہ والوں کی شان۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں رمزی اٹاوی نے خوب لکھا ہے ۔

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکّوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکّل میں تھیں استغنا کی تلواریں

سِکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو
جلالِ قیصری بخشا جمال خانقاہی کو

قدم راہ نبی میں اور پنجہ نبض اُمَّت پر
حکیمانہ نظر رہتی تھی بسط و قبض اُمّت پر

شرف تجھ کو ملا بزم دلا کی بار یابی کا
صحابی گو نہیں لیکن نمونہ تھا صحابی کا

کہیں مدّت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

حضرت مرشدِ پاک کے نام پاک پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اب اس نام پاک کے بعد کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہے۔

کما قال العارف الرومی رحمۃ اللہ علیہ ؎

بوئے آں دلبر چو پراں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

اس محبوب کی خوشبو جب اڑتی ہے تو یہ تمام زبانیں محوِ حیرت ہو جاتی ہیں۔

بس کنم دِلبَر در آمد در خطاب
گوش شو واللہ اعلم بالصواب

چوں کہ میرے محبوب کا نام زبان پر آ گیا اس لیے اب اور مضمون بیان کرنے کی تاب نہیں رکھتا ہوں! پس اے مخاطب! تو بھی سراپا گوش ہو جا۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَاب

وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡہِ اُنِیۡبُ

۞۞۞۞

دُعا

ایسی صُورت جو مجھے آپ سے غافل کر دے
اَے خُدا اس سے بہت دُور مِرا دِل کر دے

اَپنی رحمت سے تو طُوفان کو سَاحِل کر دے
ہر قدم پر تو مِرے سَاتھ میں منزل کر دے

اَے خُدا دِل پہ مِرے فضل وہ نازل کر دے
جو مِرے دردِ محبّت کو بھی کامِل کر دے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ علیہ

تَتِمَّہ وَ خَاتِمَہ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْہَا[۹۶]

ترجمہ: حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنادیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور یعنی ایمان دے دیا کہ وہ اس کو لیے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی ہر وقت وہ اس کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ سب مضرتوں سے مثل گمراہی وغیرہ محفوظ و مامون و بے فکر پھرتا ہے تو کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ گمراہی کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے اور ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا۔

(بیان القرآن)

انسان کے سر سے پیر تک ظاہری اور باطنی جتنے اعضا ہیں اور ان کے اندر جتنی قوتیں ہیں سب کی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانتیں ہیں یعنی چند روزہ زندگی کے لیے ودیعت فرمائی گئی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ بندوں کا امتحان کرلیں کہ کون امانتوں کو حکم کے مطابق استعمال کرتا ہے اور کون خواہش نفسانی کا تابع ہوکر ان میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کے تمام اعضا میں اور ان کے افعال میں حدود قائم فرمادیے۔ آنکھ کے اندر بینائی کا خزانہ عطا فرماکر اس کی حدبندی فرمادی دیکھنے کے علاوہ آنکھ سے ہم سونگھنے اور چکھنے یا سننے کا کام نہیں لے سکتے ہیں، اسی طرح کان کے اندر شنوائی کا خزانہ رکھ کر کان کی حد قائم فرمادی اب کان کی حد سے دیکھنے چکھنے اور سونگھنے کا کام نہیں لے سکتے ہیں، اسی طرح ناک میں سونگھنے کا خزانہ ودیعت فرماکر ناک کی حدبندی کردی اب ناک کی حد سے ہم چکھنے اور دیکھنے یا سننے کا کام نہیں

---

[۹۶] الانعام:۱۲۲

لے سکتے ہیں اسی طرح زبان میں چکھنے کی قوت عطا فرما کر حد بندی کر دی۔ علیٰ ہذا القیاس ہر اعضا کے اندر اُس کے سپرد ایک مخصوص امانت فرما کر اس کی ایسی حد بندی قائم فرمادی کہ اس حد سے باہر انسان جانے سے مجبور ہے کیوں کہ یہ خدائی حد بندی ہے جس کو ہم خدائی چک بندی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان قوتوں کے ہم امانت دار ہیں یا مالک ہیں؟ کیا ہم اپنی آنکھوں کی بینائی کانوں کی شنوائی وغیرہ کو فروخت کر سکتے ہیں یا اپنے خاص عزیز کو ہبہ کر سکتے ہیں؟ اندھی، بہری، گونگی اولاد کو ماں باپ اپنی بینائی، شنوائی، گویائی دے سکتے ہیں؟ ہر سوال کا جواب انکار اور نفی میں ہوگا یہی بدیہی اور یقینی مشاہدہ دلیل ہے کہ ہم ان قوتوں کے امین ہیں، مختار اور مالک نہیں ہیں ورنہ ہم کو خرید و فروخت اور ہبہ کے تصرفات کا حق بھی ان قوتوں میں ضرور حاصل ہوتا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے انسان کے اعضا اور اس کی قوّتوں میں اپنی طرف سے حد بندی قائم فرما کر متنبہ فرمادیا کہ جس طرح تم اپنے اندر حدود الٰہیہ کو دیکھ رہے ہو اسی طرح ان قوّتوں کے افعال پر بھی ہمارے حدود قائم کیے جائیں گے اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ.... وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ[۸۰] میں اسی امانت کا تذکرہ فرمایا ہے یہاں امانت سے مراد احکام الٰہیہ ہیں۔ یہ اعضا اور ان کی قوّتیں بھی امانات الٰہیہ ہیں اور ان کے افعال پر جو حد بندی احکام الٰہیہ کی قائم کی گئی ہے وہ بھی امانت ہے۔ انہیں امانتوں میں بندوں کا امتحان ہے کہ کون ان قوّتوں کو اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے اور کون مرضی الٰہی کے خلاف اپنی خواہش کا غلام بن کر حدود الٰہیہ کو توڑتا رہتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ وَاللّٰهُ یَقۡضِیۡ بِالۡحَقِّ[۸۱] اللہ تعالیٰ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں اور چوں کہ اللہ کا علم اور جمیع صفات کامل ہیں اس لیے وہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کی خیانت مخفی نہیں رہ سکتی ہے اگر گوشۂ چشم سے بھی کسی نامحرم عورت پر بُری نگاہ ڈالی ہے یا دل میں بُرے خیالات پکائے ہیں تو ان باتوں کی بھی اللہ کو پوری پوری خبر ہے۔ ہر ہر ذرّہ، ہر ایک پتّی کی رگوں اور باریک سے

۸۰؎ الاحزاب:۷۲

۸۱؎ المؤمن:۱۹-۲۰

باریک ریشوں پر بھی اللہ کی ہر وقت نظر ہے، آفتاب ایک ادنیٰ مخلوق ہے لیکن بیک وقت اس کی شعاعیں بفیضِ الٰہی سارے عالم کے ایک ایک ذرّے پر پہنچ رہی ہیں جب ایک ادنیٰ مخلوق کا یہ کرشمہ ہے تو اللہ کی ذات جو خالق ہے تمام عالم کی ان کی شانِ بصیرت کا کیا عالم ہو گا۔ فرماتے ہیں **وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ** [۸۲] **وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ** [۸۳] **وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ** [۸۴] اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔ تمہارے سارے اعمال سے وہ ہر وقت باخبر ہے۔ شئ پر ان کا احاطۂ علمیہ محیط ہے۔ فرماتے ہیں **اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ** [۸۵] بھلا وہی ذات نہ جانے جس نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہر وقت کے متعلق اپنے احکام کے حدود مقرر فرما کر یہ بھی اطلاع فرمادی کہ ہم تمہارے ساتھ اور تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ خبر دار! ان حدود میں اگر خیانت کرو گے تو ظالم ہو جاؤ گے **وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ** [۸۶] حدود الٰہیہ کی حفاظت کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کو دیکھنا ہو یا کسی چیز کو سونگھنا ہو یا کچھ چکھنا یا بولنا ہو یا کسی آواز کو سننا ہو یا کسی چیز کو چھونا ہو تو یہ معلوم کرو کہ اس چیز کا دیکھنا یا سونگھنا یا چکھنا یا بولنا یا سننا یا چھونا اللہ کی مرضی کے مطابق ہے یا اس میں اللہ کی ناراضگی ہے اگر اس کے استعمال کی اللہ نے اجازت دی ہے تو استعمال کر لو اگر اجازت نہیں دی رُک جاؤ۔ فرماتے ہیں **وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ** [۸۷] اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو اپنی خواہش کا بغیر اللہ کی ہدایت کے تابع ہو جائے۔ **بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ** کی قید سے جُوگ یعنی رہبانیت کا قلع قمع فرمادیا یعنی **مُطْلَقاً** ہر خواہش کو ترک کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے جیسا کہ جوگیانِ ہند حلال اشیاء کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ ٹھنڈے پانی کی خواہش ہے تو اللہ کی نعمت سمجھ کر سنّت کے مطابق پی لو اور اللہ کا شکر بجالاؤ، عمدہ کھانا موجود ہے حلال ہے، کھالو۔ عمدہ لباس موجود ہے

۸۲؎ الحجرٰت:۱۸
۸۳؎ التوبۃ:۱۶
۸۴؎ التغابن:۱۱
۸۵؎ الملک:۱۴
۸۶؎ الطلاق:۱
۸۷؎ القصص:۵۰

حلال ہے، پہن لو۔ نیند معلوم ہوتی ہے، سو جاؤ۔ ہر خواہش کو ترک کرنے کا حکم نہیں ہے بے حکم شرع ایک قطرہ پانی پینا بھی جُرم ہے اور حکم کے بعد کسی کا خون بہانا بھی حلال ہے۔

بے حکم شرع آب خور دن خفا است
دگر خون بفتویٰ بریزی روا است

غصّہ معلوم ہوا دیکھ لو کہ یہ غصّے کا موقع ہے یا نہیں، اگر اللہ کی مرضی کے مطابق ہو غضب سے بھی کام لو۔ بولنے کو جی چاہتا ہے حق بات بولو۔ دیکھنے کو جی چاہتا ہے حلال چیزوں کو دیکھو۔ کسی کی محبت ہوئی دیکھ لو کہ یہ محبت مرضی الٰہی کے مطابق ہے یا نہیں اگر ہے محبت بھی کرلو۔ کسی سے عداوت کو جی چاہا تو دیکھ لو کہ یہ نفس کے لیے ہے یا اللہ کی مرضی کے مطابق ہے اگر ہے تو عداوت بھی کرلو۔ شدّت کے بھی مواقع اور حدود مقرر ہیں۔ رحمت کے بھی مواقع اور حدود مقرر ہیں۔

درشتی و نرمی بہم در بہہ است
چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہہ است

اب سمجھنا چاہیے کہ ان قوتوں کے استعمال میں دو قسم کے گروہ ہیں ایک گروہ وہ ہے جس کے پاس اللہ کا نور ہے اور اللہ کی معیّتِ خاصّہ اور معونت سے مشرف ہے دوسرا گروہ وہ ہے جو اللہ کے نور سے اللہ کی معیّتِ خاصّہ اور معونت خاصّہ سے محروم ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے ان ہی دونوں گروہوں کا تذکرہ اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰہُ... الخ[۸۸] میں ارشاد فرمایا ہے۔

نور والا گروہ اپنے ہر ایک اعضا کو اور تمام اعضا کی قوتوں کو عقلاً اور شرعاً امانتِ الٰہیہ سمجھ کر حکم الٰہی کے مطابق استعمال کرتا ہے اور بے نور والا گروہ اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق ان قوتوں کو استعمال کرتا ہے دونوں گروہ کی زندگی کے کارناموں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ نورانی گروہ ربّ چاہی زندگی گزارتا ہے۔ ظلمانی گروہ جی چاہی زندگی گزارتا ہے۔ دونوں گروہ الگ الگ دو صفوں میں کھڑے ہوجائیں تو نورانی گروہ کے نورانی اعمال ان کے نورانی اخلاق، ان کے نورانی چہرے گواہی دیں گے کہ ان کے دلوں میں اللہ کا نور ہے۔ نورانی گروہ کا ہر قدم حدود الٰہیہ کا محافظ ہوتا ہے، نور کی روشنی میں ہر گمراہی کے گڑھے سے اپنا قدم محفوظ رکھتا

۸۸؎ الانعام:۱۲۲

ہے۔ ظلمانی گروہ کا ہر قدم فرمانِ الٰہی کا توڑنے والا ہوتا ہے۔ اللہ کے نور سے محرومی کے سبب خواہشاتِ نفسانیہ کے اندھیرے میں، گمراہی کے ہر گڑھے میں اپنا قدم رکھ دیتا ہے۔ اور عمر عزیز کو اللہ تعالیٰ شانہ کی نافرمانیوں میں تباہ کر کے مجرمانہ اعمال کے ساتھ ایک دن دنیائے فانی سے کفِ افسوس ملتا ہوا چل دیتا ہے مگر۔

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

رسالہ ہٰذا ''معیّت الٰہیہ'' میں اس امر کو بتایا گیا ہے کہ

۱) ہمارے ظلمت زدہ قلوب کس طرح منوّر ہو سکتے ہیں۔

۲) حدود الٰہیہ کی حفاظت کے لیے معیت الٰہیہ کی کس درجہ ضرورت ہے۔

۳) انسان نفس اور شیطان کی تابعداری سے کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے۔

۴) حدود الٰہیہ کی محافظت کس طرح ہو سکتی ہے۔

۵) تزکیۂ نفس یعنی اصلاحِ اعمال اور اصلاحِ اخلاق کا کیا طریقہ ہے۔

۶) معیّتِ حق کے کتنے انواع واقسام ہیں اور معیّتِ الٰہیہ کی کون سی نوع انسان کے لیے مقصود ہے اور وہ کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ اور اس معیت کے برکات کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ معیت الٰہیہ کے انوار کو عام اور تام فرمائیں۔

⟡⟡⟡⟡

اشکوں کی بُلندی

خُداوندا مجھے توفیق دے دے
فِدا کروں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گُنہگاروں کے اشکوں کی بُلندی
کہاں حاصل ہے اختؔر کہکشاں کو

اخترؔ

خاتمہ

یہ قاعدہ عقلاً اور شرعاً مسلّمات سے ہے کہ جو اقرب ہوتا ہے اس کا حق مقدّم ہوتا ہے اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ[۸۹] پس ہمارا ایک تعلق تو اپنے نفس سے ہے اور دوسرا تعلق ہمیں اپنے مالک اور خالق سے ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ تم سے قریب ہیں۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہمارے اوپر ہماری جان سے بھی زیادہ ہے یہی راز ہے کہ راہ حق میں مومن اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا ہے اور خوشی خوشی جان دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور جان دے کر بزبان حال یہ کہتا ہے ؎

جان دی دی ہوئی انہیں کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مسلمان ہر خواہش میں غور کرلے کہ مرضئ الٰہی کے مطابق ہے یا نہیں اگر مرضئ الٰہی کے مطابق ہے پوری کرلے اگر مرضئ الٰہی کے خلاف ہے تو اب نفس کے حق میں اور اللہ کے حق میں مقابلے کی صورت ہو جاتی ہے جہاں پر وہی قاعدہ مسلّمہ جاری ہو گا کہ قریب کون ہے جو قریب ہو اُسی کا حکم مانا جاوے گا اور اسی کا حق غالب اور مقدم ہو گا۔ اور حق تعالیٰ کا قریب تر ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اگر شیطان کے بہکانے میں آگیا اور نفس کی خواہش کا غلام ہو گیا تو یہ شخص ظالم ہے اور مجرم ہے اور قابلِ ملامت ہے ؎

بقول دشمن پیمان دوست بشکستی
ببیں کہ از کہ بُریدی وبا کہ پیوستی

شیطان جو کُھلا دشمن ہے اس کے کہنے سے پیمان دوست توڑا ہے۔ ارے ظالم! یہ تو سوچ کہ کس سے توڑا اور کس سے جوڑا۔ اللہ سے رشتہ توڑا اور شیطان سے جوڑا۔ اَلۡعَیَاذُ بِاللہِ مِنۡ ذٰلِكَ اللہ تعالیٰ سب کو اس حالت سے محفوظ فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہمارے لمحاتِ زندگی کو انوارِ معیّت سے منور فرمادیں۔ میں نے معیّت الٰہیہ کے سارے مضامین کو بالاستیعاب حرفاً حرفاً سننے

۸۹؎ ق: ۱۶

کے بعد طباعت کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے نافع فرمائیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور معیت الٰہیہ کے انوار سے مسلمانوں کے قلوب کو بمصداق فرمادیں۔

شد صفیر بازِ جاں در مرجِ دیں
نعرہ ہائے لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ

حق تعالیٰ اپنی محبت اور معیت کو ہمارے دلوں کی غذا بنادیں۔

جامہ پوشاں را نظر بر گا ذر است
روحِ عریاں را تجلی زیور است

اور مجھ سے ظاہراً اور باطناً جو کچھ غلطیاں اور گستاخیاں ہوئی ہوں اس سے درگزر فرمائیں۔

اَللّٰھُمَّ اعْفُ عَنِّیْ فَاِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ
اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

المرتب: محمد اختر عفا اللہ عنہ

❖❖❖❖

اشکوں کی بلندی

خداوندا مجھے توفیق دے دے
فِدا کردوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بلندی
کہاں حاصل ہے اختر کہکشاں کو

اختر

اصلاح کا آسان نسخہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو:

”اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ میں فرماں برداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گناہ گار ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمایئے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں ہے، آپ ہی قوت دیجیے۔ میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجیے۔ اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کیے ہیں، انہیں آپ اپنی رحمت سے معاف فرمایئے۔ گو میں یہ نہیں کہتا کہ آیندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آیندہ پھر کروں گا، لیکن پھر معاف کرا لوں گا۔“

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار، اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کر لیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو۔ بدپرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کر لیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا انتظام ہو جائے گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی، شان میں بٹہ بھی نہ لگے گا اور دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جائے گا کہ جو آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی
کی توفیق ان شاء اللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات و سنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (برے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہوگا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ لکھنؤ کے سفر میں اللہ تعالیٰ کی معیتِ خاصہ پر قرآن وحدیث کے دلائل سے مدلل ایک خاص الہامی مضمون ارشاد فرمایا جسے آپ کے محبوب مرید وخادم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے قلم بند کر کے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تو انہوں نے اس کا نام ''معیتِ الٰہیہ'' تجویز فرمایا۔

بعد میں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے اس مسودہ کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار اور ان کی تشریحات سے ازسرِ نو ترتیب دے کر اہلِ علم احباب واکابر کو سنایا تو بے حد مقبول ہوا اور اس کی طباعتِ اوّل ہوئی، پھر کچھ اور اضافات کے ساتھ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں طباعتِ ثانیہ ہوئی جو کہ پاکستان وہندوستان کے حلقۂ اہلِ علم سے لے کر حرمین شریفین کے حلقۂ علمیہ تک مقبول ہوا۔ مضامین کی ندرت اور افادیت کے لحاظ سے اس رسالے کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

www.khanqah.org

AT030